

کچھ اہم و مفید مطبوعات

30/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم (اردو)	15/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم (اردو)
35/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم (ہندی)	12/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم (ہندی)
70/-	ہمارے حضور (اردو) 15/- ہمارے حضور (ہندی) 20/-	20/-	ہمارے حضور (اردو) 15/- ہمارے حضور (ہندی) 20/-
70/-	موج تسنیم (اردو) زیر طبع	80/-	موج تسنیم (اردو) زیر طبع
25/-	مناجات ہاتف	10/-	مناجات ہاتف
40/-	دیار حبیب	5/-	دیار حبیب
45/-	از مخدومہ خیر النساء بہتر	90/-	از مخدومہ خیر النساء بہتر
200/-	حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-	80/-	حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-
	کلید باب رحمت 6/-	40/-	کلید باب رحمت 6/-
45/-	ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-	6/-	ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-
80/-	ذکر خیر // 15/-	25/-	ذکر خیر // 15/-
120/-	از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنی	35/-	از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنی
	لبیک اللہ لبیک 30/-	10/-	لبیک اللہ لبیک 30/-
35/-	سوانح حضرت مولانا غلیل سہارنپوری 50/-	90/-	سوانح حضرت مولانا غلیل سہارنپوری 50/-
30/-	سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری (مولانا محمد حسنی)	150/-	سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری (مولانا محمد حسنی)
40/-	زبان کی نیکیاں 15/-	90/-	زبان کی نیکیاں 15/-
55/-	گلدستہ حمد و سلام 6/-	200/-	گلدستہ حمد و سلام 6/-
175/-	کلام ثانی 200/-	200/-	کلام ثانی 200/-
	از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ	355/-	از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ
	دو مہینے امریکاس 90/-	70/-	دو مہینے امریکاس 90/-
18/-	جزیرۃ العرب 70/-	25/-	جزیرۃ العرب 70/-
20/-	ج و مقامات حج 35/-	150/-	ج و مقامات حج 35/-
40/-	امت مسلمہ 70/-	150/-	امت مسلمہ 70/-
30/-	سامح کی تعلیم و تربیت 45/-	12/-	سامح کی تعلیم و تربیت 45/-
30/-	از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	15/-	از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
25/-	معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-	14/-	معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۲، محمد علی لین گون روڈ، لکھنؤ ۱۸۔ فون نمبر دفتر: 2270406، فون نمبر ہاٹ: 2229174

عطاء الہی ہے۔ یہاں زور وزر کا کام نہیں۔ (۳) پیغمبروں کی بزرگی اور رتبہ صرف معجزوں ہی سے نہیں بلکہ عصمت کی صفائی پر ہے۔ (۵) سب نبی ولی ہوئے ہیں، مگر ولیوں میں کوئی ولی نبی نہیں بن سکتا۔ (۶) اپنے سے غائب ہونا، حق کی حضوری ہے اور حق کی حضوری سے اپنی غیبت۔ (۷) عارف عالم ہوتا ہے، مگر ضروری نہیں کہ عالم بھی عارف ہوتا۔ (۸) مشاہدہ مردوں کا بیان ہے۔ اور مجاہدہ لڑکوں کا کھیل ہے۔ (۹) انسان کے لئے سب سے مشکل چیز خدا کی پہچان ہے۔ (۱۰) بوڑھوں کو چاہئے کہ وہ جوانوں کا یاس خاطر کریں۔ کیونکہ ان کے گناہ بہت کم ہیں، اور نوجوانوں کو چاہئے کہ بوڑھوں کا احترام کریں، کیونکہ وہ ان سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ (۱۱) غذا کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ کھانے پینے کے بغیر طبیعت برقرار نہیں رہ سکتی، لیکن مروت کی شرط یہ ہے کہ حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ (۱۲) محرموں کو چاہئے کہ وہ ناشائستہ اوامر سے اپنی آنکھوں کو بچائیں، اور جو چیزیں دیکھنے کے لائق نہ ہوں۔ ان کو نہ دیکھیں اور جو سوچنے کے لائق نہ ہو، اس کو نہ سوچیں۔ (۱۳) فقیر کو مناسب ہے کہ بادشاہوں کی ملاقات کو سانپ اور اژدھے کی ملاقات کے برابر سمجھے، بشرطیکہ یہ ملاقات اپنے نفس کے لئے ہو۔ (۱۴) فقیر کی معرفت کے لئے دنیا کی سیر سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ (۱۵) پروانہ ہمیشہ شمع پر ہی جلتا ہے۔ پس اگر پروانہ کی جان بھی اسی شمع حقیقت کے غم میں جل جائے تو بڑی بات نہیں ہے۔ (۱۶) آنکھوں سے پانی بہا، اور خوشی تھوڑی کر۔ (۱۷) تحفہ ہدیہ میں جو چیز بے طلب ملے اسے رد نہ کر۔ (۱۸) اگر کسی کی ایک کھجور بھی تیرے ذمے نکلتی ہے تو اس سے سبکدوشی حاصل کر۔ (۱۹) ماں باپ کو اپنا قبلہ سمجھنا چاہئے، جیسا کہ تفسیر و قرآن شریف میں آیا ہے۔ (۲۰) اگر تمہنت ہزاری بھی ہو جاؤ تو کیا بنے گا۔ (۲۱) سچ جانو تم ناپاک مٹی کا صرف ایک قطرہ ہو، پھر اس پر تکبر و نخوت عدل۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی اور ان کے اصلاحی کارنامے تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں آپ نے رفاہ عام کے سلسلہ میں بھی جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ بھی تمدنوں کی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ فن تاریخ نویسی کی ابتدا آپ ہی کے حکم سے ہوئی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ آپ خوف خدا سے اور قیامت کے دن کے واقعات کو سن کر زار زار روتے تھے۔

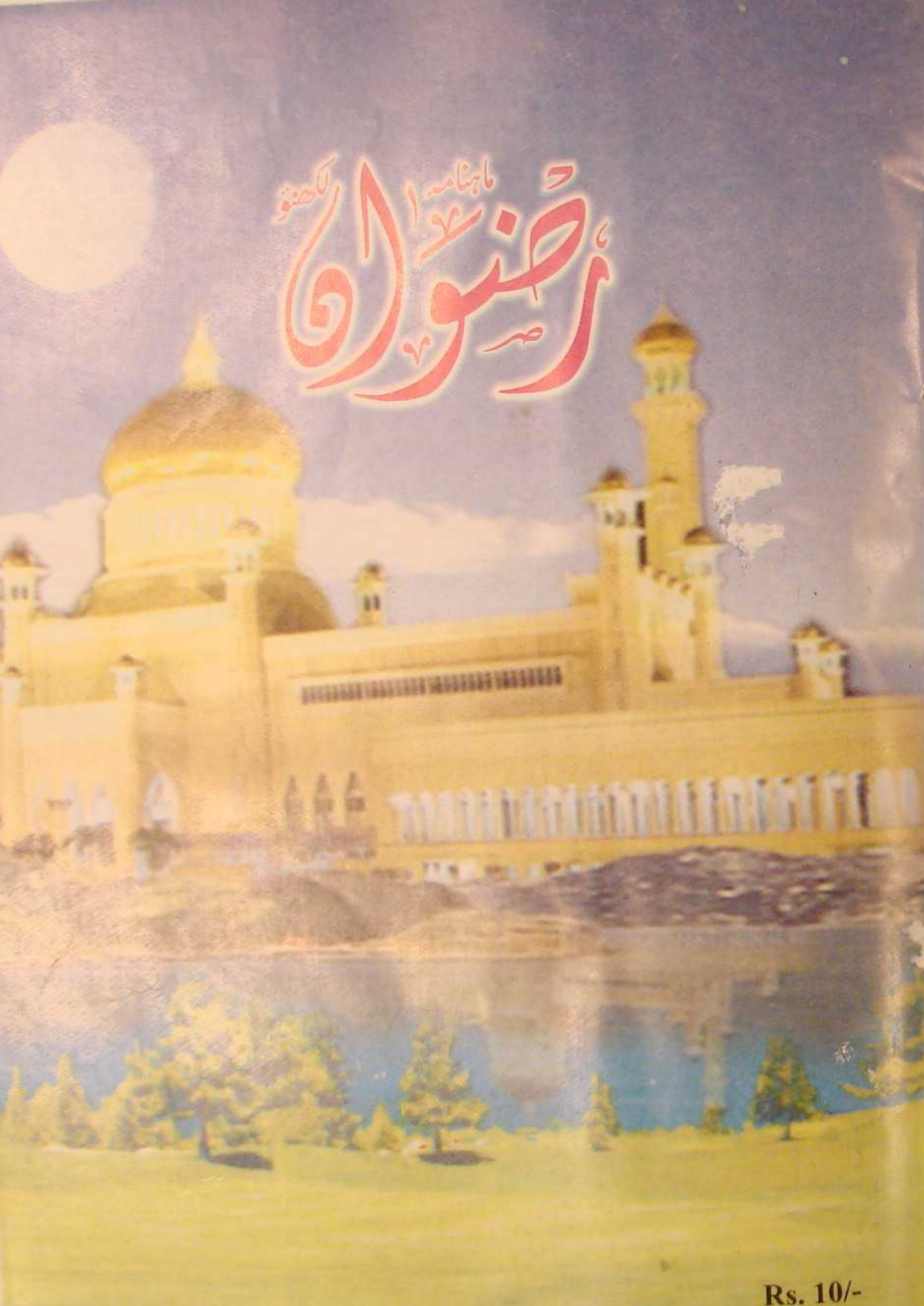
دنیاوی مشغولیت کا پورا پورا احساس تھا اور اس پر ندامت و پشیمانی بھی تھی۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں ایک جگہ آپ کے لئے فرش بچھایا گیا۔ سامنے خدم و حشم، اونٹ گھوڑوں کی قطار دیکھ کر ابن مسعود سے فرمایا۔

خدا ابو بکر پر رحم کرے نہ انہوں نے دنیا کو چاہا۔ نہ دنیا نے انہیں چاہا۔ عمرؓ کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے اس کو نہ چاہا۔ عثمانؓ کو کچھ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا اور ہم لوگ تو بالکل ہی دنیا میں آلودہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ یہ فرما رہے تھے اور چہرہ پر ندامت و پشیمانی کے آثار طاری تھے۔

RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

ماہنامہ رخصوان لکھنؤ



ہر دینا

گر دینوں و نشانہ کی پتھری کا سبب
گر دینوں و نشانہ کی پتھری اور
پتھری اور پتھری اور
پتھری اور پتھری اور
پتھری اور پتھری اور



کبیدون

جگر اور پتھری کی خرابیوں کو دور کرنے والا ہے نظر سیرپ
• پیلیا، جگر اور
• پتھر کے قورم،
• کڑوری، درد اور
• پتھری کا بے نظیر سیرپ



زون امین

فشارخون اور جلدی امراض کا سیرپ
• فشارخون، ہلہلہ، پتی
• پھیپھ، پھیپھی اور
• خارش کو ٹھیک کرتی ہے اور
• چھبے بھگدالی ہے

شکر

شوگر کی کامیاب ترین دوا

• شکر کی جبری بوٹیوں سے
تیار شدہ دوا۔

• پیشاب سے شکر کو ختم کر کے خون میں
شکر کو کنٹرول رکھتی ہے۔



لیکوڈین

لیکوریاجریان میں پیوٹنٹ

لیکوریاجریان میں پیوٹنٹ
• رطوبت کو خشک کر کے طاقت دیتا ہے۔
• قوت باہر میں اضافہ کرتا ہے رطوبت انزال اور کثرت میں تلام
• جسران میں بے حس اور ٹروٹوٹنٹ ہے

بریسال

بریسال کے تین اہم فوائد

1. سوزش اور جسران میں فوراً اٹھانے کی پتھری ہے۔
2. جسم کو جلدی ٹھیک کر کے نشانہ دہرے سے
3. جسران کے خفا اثرات سے پاک ہے۔



بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

• قبض، گیس، بھوک نہ لگانا۔
• بچان، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے
• بچت مفید چورن۔
• استعمال کریں، آرام پائیں۔



کفزال

ہرقسم کی کھانسی نزلہ زکام میں بیجا مفید
پتھری کی کھانسی نزلہ زکام، ناک کی خارش
اور نزلہ سے سرورہ دہن اور نزلہ میں مفید ہے



صبا کا آملہ

بالوں کا بہترین محافظ
• دماغ کو چھت بہت اہم ہے
• بالوں کی بہت سی لاشیاں ہمارے
• بالوں کا کالا اور ٹھنڈا بنانا ہے



صبا کاہی آملہ

دماغ اور بالوں کا انمول ہیرٹانک
• دماغ اور بالوں کا انمول ہیرٹانک
• دماغ اور بالوں کا انمول ہیرٹانک
• دماغ اور بالوں کا انمول ہیرٹانک



HASANI PHARMACY
177/41 GWYNNE ROAD, LUCKNOW-226 018
PH. (O) 202677, (R) 229174, M : 98380 23223

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات..... کاروان زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

100/-	قیمت حصہ اول (اردو ایڈیشن)	جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا حاصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔
90/-	قیمت حصہ دوم (اردو ایڈیشن)	• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل
80/-	قیمت حصہ سوم (اردو ایڈیشن)	
90/-	قیمت حصہ چہارم (اردو ایڈیشن)	• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل
80/-	قیمت حصہ پنجم (اردو ایڈیشن)	
90/-	قیمت حصہ ششم (اردو ایڈیشن)	• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل
80/-	قیمت حصہ ہفتم (اردو ایڈیشن)	
610/-	قیمت مکمل سیٹ (کاروان زندگی)	فوتو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولانا کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولانا کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

حج کے

چند مشاہدات

اس کتاب میں مولانا نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

کاروان ایمان و عزیمت

تافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ و دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

ذکر خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہ کے حالات زندگی، خود حضرت مولانا کے قلم سے۔

قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور بیتی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔

قیمت مجلد - 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

رِزْوَانِی

لکھنؤ



ماہنامہ

شمارہ ۱۲

دسمبر ۲۰۰۸ء

جلد ۵۲

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰ روپے

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی
• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پتہ RIZWAN MONTHLY لکھنؤ

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۲، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 9336932231 - 0522

فہرست مضامین

- ۳ اپنی بہنوں سے مدیر
- ۴ حدیث کی روشنی میں امدت اللہ تسنیم
- ۶ فتح مکہ کے موقع پر خطبہ نبوی علامہ شبلی نعمانی
- ۸ حضرت براء بن مالک انصاریؓ محمود احمد غففر
- ۱۱ ہجیمہ بن حی ابو فیصل ندوی
- ۱۳ زکوٰۃ و صدقات کی فضیلت الحاج ایمان علی
- ۱۴ دنیائے اسلام کا تابندہ ستارہ: ڈاکٹر حمید اللہ محمد صلاح الدین شہید
- ۲۰ والدین: بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح نہ دیں (ادارہ)
- ۲۲ یوم عاشورہ کی فضیلت و اہمیت محمد قمر الزماں عبدالسلام ندوی
- ۲۴ نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی
- ۲۵ بیوی زندگی کی وفادار ساتھی
- ۲۷ سوال و جواب مفتی راشد حسین ندوی
- ۲۸ کامیابی کی شاہ کلید مسلسل اور پائیدار کوشش
- ۳۳ مطالعہ قرآن سے مجھے سکون ملنے لگا
- ۳۴ پھل اور سبزیاں صحت بخش غذا راحت جنیں
- ۳۵-۳۹ حضرت داتا گنج بخش اور ان کی زریں اقوال مولانا قمر الزماں ندوی

اپنی بہنوں سے

مدیر

پرمسرت زندگی کا انحصار خانگی زندگی کے اچھے بنانے پر ہے اگر کسی کی گھریلو زندگی تلخ ہوگی تو اس کی پوری زندگی بے مزہ گزرے گی اور اس کو اپنی زندگی میں کوئی لطف نہیں آئے گا اگر ہم اپنے چاروں طرف دیکھیں تو یہ نظر آئے گا کہ عام طور پر گھریلو زندگیاں تلخ گزر رہی ہیں جس کی سب سے بڑی وجہ دین سے دوری ہے اور خود ساختہ رسوم و رواج کے جال میں پھنس جانا ہے اور احکام شریعت کی پابندی نہ کر کے زندگی گزارنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ساری زندگی کے لئے روشن ہدایات عطا فرمائی ہیں وہاں اس تعلق کے بہتر بنانے اور خانگی زندگی کو پرمسرت بنانے کے لئے ایسے آسان اور ہلکے پھلکے طریقے بتائے ہیں جن کو اپنا کر ہر مسلمان مرد و عورت خواہ غریب ہو یا امیر یکساں طور پر اپنی زندگی خوشحال بنا سکتا ہے۔ خانگی زندگی شادی سے شروع ہوتی ہے اگر یہ تعلق صحیح طور پر قائم ہو گیا اور آداب کے ساتھ اور ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ کرتے ہوئے قائم رہا تو یہ زندگی صحیح مسرت اور خوشیوں کا نمونہ بن جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”مسلمانوں میں مکمل ترین ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے بہتر سلوک کریں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت اچھی ہے آپ نے فرمایا وہ عورت جس پر شوہر نگاہ ڈالے تو وہ شوہر کو خوش کر دے جب کسی بات کا حکم دے تو اطاعت کرے، اپنی عزت و آبرو کے سلسلہ میں اور شوہر کے مال میں وہ صورت نہ اختیار کرے جس کو اس کا شوہر برا جانتا ہو۔ ہم کو سیرت رسول اکرمؐ میں اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں گھریلو زندگی کے سلسلہ میں بے شمار نمونے ملتے ہیں کہ اگر ہم ان کو اپنی زندگی میں عمل میں لائیں تو ہمارے گھر جنت کا نمونہ بن سکتے ہیں۔ اور ہمارا پورا معاشرہ بہترین معاشرہ بن سکتا ہے۔“

صبر

امۃ اللہ تسنیم

یا اس سے زیادہ، اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے جس طرح درخت اپنے پتوں کو جھاڑتا ہے۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ (بخاری)

موت کی آرزو نہ کرے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو موت کی آرزو نہ کرے، اگر مجبور ہو جائے تو کہے اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ اگر زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھ کو موت دے اگر موت میرے لئے بہتر ہے۔ (بخاری مسلم)

انگلوں کی آزمائش اور ان کی استقامت حضرت ابو عبد اللہ خبابؓ بن الارت سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ ایک چادر سے ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے لئے مدد کیوں نہیں چاہتے، آپ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگلی امتوں میں آدمی پکڑے جاتے، پھر ان کے لئے گڑھے کھودے جاتے تھے اور اس میں ان کو لٹایا جاتا تھا اور آ رہ ان کے سروں پر رکھ کر سر کے دو ٹکڑے کر دئے

چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے اے اللہ میری قوم کو بخش دے۔ وہ نہیں جانتی۔ (بخاری مسلم)

مصیبت گناہوں کا کفارہ ہے حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو جو مصیبت پہنچتی ہے خواہ وہ کسی قسم کی ہو، بیماری ہو، رنج ہو، تکلیف و ایذا ہو، حتیٰ کہ اسے ایک کانٹا بھی چبھے، اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ (بخاری مسلم)

مصیبت عنایت الہی کی دلیل ہے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار میں حاضر ہوا۔ آپ کو حرارت تھی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو حرارت اور سخت حرارت ہے۔ فرمایا ہاں مجھ کو ایسی حرارت ہے جیسے تم میں سے دو کو ہو۔ میں نے کہا یہ اس لئے کہ آپ کو دہرا اجر ملے، فرمایا ہاں جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے کانٹے چبھنے کی ہو

عارضہ پر صبر کرنے کا انعام حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے کہا کیا میں دکھاؤں تم کو ایک جنت والی عورت۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا یہ کالی عورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں برہنہ ہو جاتی ہوں۔ آپ اللہ سے میرے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری عافیت کی دعا کروں۔ اس نے کہا میں صبر کروں گی۔ لیکن آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میں برہنہ نہ ہوں۔ (بخاری مسلم)

ایذا دینے والے کیلئے دعا

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی کی حکایت بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود اور سلامتی ہو۔ ان کی قوم ان کو مارتی تھی اور خون خون کر دیتی تھی۔ وہ اپنے

جاتے تھے اور لوہے کی ٹکٹھی ان کے سروں میں کی جاتی تھیں، جو ہڈی اور گوشت میں دھنستی ہوئی نکل جاتی تھیں مگر یہ تکلیفیں ان کو دین سے نہیں ہٹاتی تھیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرت موت کی طرف چلے گا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے گا۔ ہاں بھیڑیے کا اس کو اپنی بکریوں کے لئے خطرہ ہو سکتا ہے لیکن تم جلد بازی کرتے ہو۔ (بخاری)

حضرت موسیٰ کا صبر

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ اقرع بن حابس کو سواونٹ دیئے عنینہ بن حصین کو بھی اسی طرح دیا۔ اور کچھ لوگوں کو بھی دیا۔ شرفائے عرب کو اس دن تقسیم میں ترجیح دی۔ ایک آدمی نے کہا یہ تقسیم عدل کے ساتھ نہیں کی گئی۔ میں نے کہا میں اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دوں گا جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ اور اس کا رسول بھی عدل نہ کرے تو کون عدل کرے گا۔ اور فرمایا اللہ موسیٰ پر رحم کرے۔ اس سے زیادہ تکلیف ان کو دی جاتی تھی اور وہ صبر کرتے تھے میں نے دل میں کہا اب میں آپ کو کوئی تکلیف دہ بات نہ پہنچاؤں گا۔

دنیا میں سزا کامل جانا عنایت کی دلیل ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو دنیا میں اس کے لئے سزا میں جلدی کرتا ہے اور جب کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ڈھیل دے دیتا ہے کہ وہ اور گناہوں میں پھنسے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا بدلہ دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بڑی بلا کا بڑا بدلہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جن لوگوں سے محبت ہوتی ہے ان کی آزمائش کرتا ہے۔ پس جو شخص اس سے راضی ہو تو اس کے لئے راضی ہوتا ہے اور جو ناراض ہو تو اس کے لئے ناراضی ہے۔ (ترمذی)

غصہ کو ضبط کرنا اور اس کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہادر وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے۔ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے (بخاری مسلم)

غصہ کا علاج

حضرت سلیمان بن صراد سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

بیٹھا تھا اور دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ان میں کا ایک دوسرے کو گالی دے رہا تھا اور چہرہ سرخ تھا۔ رگیں پھول رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں ایک کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ کہے تو غصہ اس سے دور ہو جائے فرمایا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، اس کے سبب سے جو غصہ اس کو آ رہا ہے جاتا رہے گا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہو (بخاری مسلم)

قدرت کے باوجود غصہ دبانے کا انعام

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے غصہ کو ایسے وقت میں پی جائے کہ وہ عمل میں لاسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کے روبرو قیامت کے دن بلائے گا، یہاں تک کہ اس کو اختیار دے گا کہ فراخ چشم خوروں میں سے جس کو چاہے پسند کر لے (ابوداؤد۔ ترمذی)

غصہ نہ کرنے کی وصیت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرنا۔ اس نے پھر یہی کہا کہ مجھے وصیت کیجئے آپ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرنا۔

فتح مکہ کے موقع پر خطبہ نبویؐ

شہنشاہ اسلام کا یہ پہلا دربار عام تھا، خطبہ سلطنت یعنی بارگاہ احدیت کی تقریر خلافت الہی کے منصب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی، جس کا خطاب صرف اہل مکہ سے نہیں، بلکہ تمام عالم سے تھا۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ صَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ هَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحَدَّ الْأَكْلَ مَائِثَةَ أَوْدَمَ أَمْوَالَ بَدْعَى فَهَوَّاتِ حَتَّى قَدِمْتَ الْبَيْتَ وَسَقَيْتَ الْحَاجَّ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ نَجْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعْظَمَهَا بِالْأَبَاءِ النَّاسِ مِنْ آدَمَ وَآدَمَ مِنْ تَرَابٍ﴾

ایک اللہ کے سوا اور کوئی اللہ نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا، ہاں تمام مفاخر تمام انتقامات خوں بہائے قدیم تمام خوں بہا، سب میرے قدموں کے نیچے ہیں، صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی

خاندانی فرض قرار پاجاتا تھا، یعنی اگر اس وقت قاتل نہ ہاتھ آسکا تو خاندانی دفتر میں مقتول کا نام لکھا جاتا اور سیکڑوں برس گزرنے کے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مرچکا ہو تو اس کے خاندان یا قبیلے کے آدمی کو قتل کرتے تھے، اسی طرح خون بہا کا مطالبہ بھی اباعن جد چلا آتا تھا۔

یہ خون کا انتقام عرب میں سب سے بڑے فخر کی بات تھی، اس طرح اور بہت سی لغو باتیں مفاخر قومی میں داخل ہو گئی تھیں، اسلام ان سب کے مٹانے کے لئے آیا تھا، اور اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس طریق) انتقام اور خون بہا اور نیز تمام غلط مفاخر کی نسبت فرمایا کہ ”میں نے ان کو پاؤں سے کچل دیا“۔

عرب اور تمام دنیا میں نسل اور قوم و خاندان کے امتیاز کی بنا پر ہر قوم میں فرق مراتب قائم کئے گئے تھے، جس طرح ہندوؤں نے چار ذاتیں قائم کیں اور شودر کو وہ درجہ دیا جو جانوروں کا درجہ ہے اور اس کے یہ بندش کر دی کہ وہ کبھی اپنے رتبے سے ایک ذرہ آگے نہ بڑھنے پائیں۔ اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اس نے تمام دنیا پر کیا، مساوات عامہ کا قائم کرنا تھا، یعنی عرب و عجم، شریف و ذلیل شاہ و گدا سب برابر ہیں۔ ہر شخص ترقی کر کے ہر انتہائی درجہ پر پہنچ سکتا ہے، اس بنا پر آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور پھر توضیح فرمائی کہ ”تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے“۔

خطبہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے، ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشتر تھے، وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے تن کی تیج و سنان نے پیکر قدسی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایزلیوں کو لہو لہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بھی بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر آتشیں مہر لگایا کرتے تھے۔

رحمت عام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا تم کو کچھ معلوم ہے، میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، شقی تھے بے رحم تھے، لیکن مزاج شناس تھے، پکاراٹھے کہ

﴿إِنَّا كَرَّمْنَا ابْنَ آدَمَ وَابْنَ مَرْيَمَ﴾
تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے ارشاد ہوا:

﴿لَا تُشْرِبُوا عَلَيَكُمْ الْيَوْمَ ذَهَبًا فَإِنَّكُمْ الطَّلَقَاءُ﴾
تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا، اب وہ وقت تھا کہ ان کو ان کے حقوق دلائے جاتے، لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی مملو کات سے دستبردار ہو جائیں۔

نماز کا وقت آیا تو حضرت بلالؓ نے بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی، وہی سرکش جو ابھی رام ہو چکے تھے ان کی آتش غیرت پھر مشتعل تھی، عتاب بن اسید نے کہا ”اللہ نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے اس دنیا سے اٹھالیا“ (ابن ہشام) (حضرت عتاب بعد میں مسلمان ہوئے) ایک اور سردار قریش نے کہا۔ اب جینا بے کار ہے۔ (اصابہ تذکرہ عتاب بن اسید: ج ۲، ص ۲۵۱)

مقام صفا میں آپ ایک بلند مقام پر بیٹھے، جو لوگ اسلام قبول کرنے آتے تھے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، مردوں کی باری ہو چکی تو مستورات آئیں، عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ ان سے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا، پھر پانی کے ایک لبریز پیالہ میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم دست مبارک ڈبو کر نکال لیتے تھے۔ آپ کے بعد عورتیں اسی پیالہ میں ہاتھ ڈالتی تھیں اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا۔ (طبری: ج ۳، ص ۱۶۳۳)

ان مستورات میں ہندہ بھی آئی یہ وہی ہندہ ہے جو رئیس العرب عقبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں تھی، حضرت حمزہ کو اسی نے قتل کر لیا تھا، اور ان کا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبا گئی تھی وہ نقاب پہن کر آئی، شریف عورتیں عموماً نقاب پہنتی تھیں لیکن اس وقت یہ غرض بھی تھی کہ کوئی اس کو پہچاننے نہ پائے بیعت کے وقت اس نے (نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے) باتیں کیں جو حسب ذیل ہیں۔ (طبری: ج ۳، ص ۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ ہندہ: یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا لیکن بہر حال ہم کو منظور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: چوری نہ کرنا۔ ہندہ: میں اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال میں سے دو چار آنے کبھی لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اولاد کو قتل نہ کرنا۔ ہندہ:

﴿وَرَبِينَاهُمْ صَفَرًا وَقَتَلْتُمْ كِبَارًا فَإِنَّتُمْ وَهُمْ أَعْلَمُ﴾
(بقیہ..... ۳۸..... پر)

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

بکھرے ہوئے بال، غبار آلود چہرہ، نحیف و لاغر جسم کہ دیکھنے والا انہیں کوئی حیثیت ہی نہ دے۔ لیکن اس قدر بہادر کہ ایک موقع پر انہوں نے تنہا مقابلہ کرتے ہوئے پورے ایک صد مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا وہ مقتولین اس کے علاوہ جنہیں مجاہدین اسلام کے ساتھ مل کر مختلف معرکوں میں انہوں نے تہ تیغ کیا۔ آپ بڑے نڈر جفاکش، فن سپہ گری کے ماہر بے جگری سے لڑنے والے مجاہد اور ایک بہادر انسان تھے لیکن ہمیشہ آپ بے خوف و خطر میدان کارزار میں کود پڑتے اس لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسی لشکر اسلام کا سپہ سالار نہ بنانا مبادا کہ کہیں جذبات میں آ کر کوئی ایسا جارحانہ اقدام کر بیٹھیں جس سے لشکر اسلام کو کوئی نقصان اٹھانا پڑے۔

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

ہو گئے۔ آپ نے مہاجرین و انصار کے گیارہ لشکر تیار کیے اور ہر لشکر کے لئے ایک پرچم تیار کیا گیا اور تمام لشکروں کو جزیرہ عرب میں چاروں طرف اسلامی پرچم دے کر روانہ کر دیا تاکہ وہ مرتدین کو راہ راست پر لائیں اور انہیں حق بات سمجھانے کے لئے ہر حربہ استعمال کریں، اگر زنی کا رگ ثابت نہ ہو تو بزور شمشیر اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں بٹھائیں۔

صورت حال یہ تھی کہ جملہ مرتدین میں سے مسیلہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ، جنگ وجدل کے اعتبار سے انتہائی طاقتور اور تعداد کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔ مسیلہ کذاب کی قوم اور ان کے حلیفوں میں سے چالیس ہزار تجربہ کار جنگجو ایک جگہ جمع ہو گئے، ان میں سے اکثر نے مسیلہ کی پیروی محض قومی عصبیت کی بنا پر کی، ان میں سے ایک شخص تو یہ بات کہتا ہوا بھی سنا گیا۔

میں صمیم دل سے اقرار کرتا ہوں کہ مسیلہ جھوٹا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا شخص ہمیں مضر قبیلے کے سچے شخص سے زیادہ عزیز ہے۔

ہوایہ کہ مسیلہ کذاب نے مسلمانوں کے اس پہلے لشکر کو شکست دے دی جس نے عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں اس پر چڑھائی کی تھی، اس لشکر کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسرا لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں روانہ کیا۔ یہ لشکر اسلام انصار و

مہاجرین کے تجربہ کار مجاہدین پر مشتمل تھا، ان روشن چہروں میں براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

علاقہ نجد کے ایک مرکزی مقام یمامہ میں ان دونوں لشکروں کا آنا سامنا ہوا۔

تھوڑی ہی دیر میں مسیلہ کذاب اور اس کی فوج کا پلہ بھاری ہو گیا مسلمانوں کے قدم اکٹڑ گئے اور وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹنے لگے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسیلہ کے ساتھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں داخل ہو گئے۔ خیمہ کی رسیاں کاٹ دیں قریب تھا کہ وہ آپ کی زوجہ محترمہ کو قتل کر دیتے لیکن ان میں سے ایک شخص نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس موقع پر مسلمانوں نے شدید خطرہ محسوس کیا اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ اگر مسیلہ کذاب سے مقابلہ میں وہ شکست کھا گئے تو پھر آج کے بعد اسلام کی سر بلندی کے لئے کوئی بھی سرنہ اٹھا سکے گا اور جزیرہ عرب میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر اپنے لشکر کو از سر نو منظم کیا، مہاجرین و انصار کی الگ الگ گروپ بندی کی اور پھر ہر خاندان کا الگ الگ ایک گروپ بنا کر اس کی قیادت انہیں میں سے ایک فرد کے سپرد کر دی تاکہ معرکہ آرائی میں ہر فریق کی کارکردگی معلوم کی جاسکے اور اس کا انداز لگایا جاسکے کہ لشکر میں کمزوری کہاں پائی

جاتی ہے۔ دونوں فوجوں کے درمیان ایسی تباہ کن اور ہولناک لڑائی شروع ہوئی جس کی مثال پہلی جنگوں میں نہیں ملتی، مسیلہ کذاب کی فوج میدان جنگ میں جم کر لڑی اور اسے اس کی بھی پرواہ نہ تھی کہ فوجیوں کی کثیر تعداد تہ تیغ ہو رہی ہے۔

مسلمان فوج نے اس مقام پر بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ اگر انہیں یکجا وا کٹھا کر دیا جائے تو ایک دلچسپ داستان جہاد مرتب ہو جائے۔

انصار کے علم بردار حضرت ثابت بن قیس نے اس طرح کیا کہ اپنے بدن کو خوشبو لگا کر کفن پہن لیا اور نصف پنڈلیوں تک ایک گڑھا کھوکھرا اس میں جم کر کھڑے ہو گئے۔ تاکہ پرچم اسلام کو تادم حیات لہراتے رہیں یہاں تک کہ انہوں نے جام شہادت نوش کر لیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی جناب زید بن خطابؓ بلند آواز سے کہتے ہیں۔

لوگو! جم کر دشمن کا مقابلہ کرو۔ غازیو! آگے بڑھو، مقابلے میں آنے والے کو پسپا کر دو۔ لوگو! خدا کی قسم میں آج اس بات کے علاوہ کوئی اور بات تم سے نہیں کروں گا یہاں تک کہ مسیلہ کذاب شکست کھا جائے یا میں بذات خود اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو کر اپنی شہادت کو خدا تعالیٰ کے حضور بطور حجت پیش کر دوں۔ یہ کہہ کر وہ دشمن کی فوج پر ٹوٹ

پڑے اور میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ایک جانب حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم مہاجرین کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ قوم کو اندیشہ تھا کہ کہیں میدان جنگ میں ان کے قدم ڈگمگانے جائیں۔ بعض مجاہدین نے تو اس بات کا اظہار بھی کر دیا کہ اے سالم ہمیں اندیشہ ہے کہ میدان میں اگر دشمن کی جانب سے کوئی ہم پہ مصیبت نازل ہوئی تو وہ آپ کی جانب سے ہوگی۔

انہوں نے فرمایا: آپ فکر نہ کریں میں انشاء اللہ قطعاً کمزوری نہیں دکھائوں گا، میں اپنی طرف سے انتہائی ذمہ داری کا ثبوت دوں گا پھر انہوں نے بڑی بہادری سے دشمنوں پر حملہ کیا اور میدان کارزار میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے لیکن شجاعت کے یہ تمام واقعات واقعات حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے سامنے معمولی معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو، تو حضرت براء نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے، یوں سمجھو کہ آج سے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو، تو حضرت براء نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے، یوں سمجھو کہ آج سے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو، تو حضرت براء نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے، یوں سمجھو کہ آج سے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو، تو حضرت براء نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے، یوں سمجھو کہ آج سے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو، تو حضرت براء نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے، یوں سمجھو کہ آج سے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لئے آگے بڑھو، تو حضرت براء نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے، یوں سمجھو کہ آج سے

تمہارے لئے مدینہ ختم۔

بس اب تمہارے لئے ایک اللہ اور جنت ہے۔ یہ کہہ کر نعرہ بکیر کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے، ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے تلوار سے گردنیں اڑاتے ہوئے آگے ہی بڑھتے چلے گئے، ایسے زوردار انداز میں حملہ کیا کہ مسلمانوں اور اس کی فوج کے قدم ڈگمگائے اور مجبور ہو کر دشمن فوج نے ایک باغیچے میں پناہ لی۔ یہ باغیچہ بعد میں تاریخ کے اوراق میں ”حدیقۃ الموت“ (موت کا باغ) کے نام سے مشہور ہوا کیوں کہ اس باغیچے میں بے پناہ مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

چونکہ دشمن نے باغ میں داخل ہو کر باغ کا دروازہ بند کر لیا تھا اور بظاہر ان سے مقابلے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس موقع پر حضرت براء بن مالکؓ بڑی تیزی اور احتیاط سے ایک ڈھال پر بیٹھ گئے اور ساتھیوں نے دس نیزوں کے زور سے بڑے ہی ماہرانہ انداز میں اس ڈھال کو اچھال کر باغ کے اندر پھینک دیا۔ حضرت براء بن مالکؓ ان دشمنوں پر بجلی بن کر گرے جو ہزاروں کی تعداد میں اس باغ میں پناہ لے چکے تھے۔ انہیں بے دریغ قتل کرتے ہوئے مرکزی دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دروازے پر دس جنگجو بہادر متعین تھے۔ آپ ان سب کو قتل کر کے دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس معرکہ

آرائی میں آپ کے جسم پر اسی سے زائد تیروں اور تلواروں کے زخم لگ چکے تھے۔ مسلمانوں نے دروازے سے داخل ہو کر مسلمانوں کی فوج پر زور دار حملہ کر دیا، دیواروں کی اوٹ میں جو پناہ لیے بیٹھے تھے ان سب کو قتل کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار افراد کو قتل کر کے مسلمان مجاہدین مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار افراد کو قتل کر کے مسلمان مجاہدین مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار افراد کو قتل کر کے مسلمان مجاہدین

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ ہمیشہ شہادت کا شوق اپنے دل میں بسائے رکھتے، باغیچہ موت میں بھی شہادت نصیب نہ ہوئی وہ یکے بعد دیگرے جنگوں میں شریک ہوتے رہے تاکہ شہادت کا شرف حاصل کر سکیں جو ان کی سب سے بڑی دلی تمنا تھی یہاں تک کہ بلاد فارس میں جنگ تشر لڑی گئی۔ فارسی فوج ایک مضبوط ترین قلعہ میں محفوظ ہو گئی۔ مسلمان فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے گرد ایسا گھیرا ڈالا جیسے کہ لنگن کلائی کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ محاصرہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ فارسی فوج بری طرح مصیبت میں مبتلا ہو گئی تو انہوں نے محاصرہ توڑنے کے لئے ایک ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ لوہے کی زنجیروں کو بڑی احتیاط سے قلعے کی دیوار کے اوپر سے نیچے اتار دیا۔ ان زنجیروں کے ساتھ لوہے کی کنڈیاں گرم کر کے لگائی گئی تھیں جو انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ تاکہ وہ قلعے کی دیوار کے ساتھ بیٹھے

مسلمان مجاہدین کے جسموں میں پیوست ہو جائیں اور انہیں زندہ یا مردہ حالت میں اوپر اٹھالیا جائے۔ ان میں سے ایک کنڈی حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ دشمن تیزی سے انہیں اوپر اٹھانے لگے۔ جب حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال کو دیکھا تو بڑی تیزی سے قلعے کی دیوار پر چھلانگ لگائی اور اس زنجیر کو قابو میں کر لیا جو ان کے بھائی کو اٹھانے لئے جارہا تھا۔ کنڈی کو ان کے جسم سے نکلنے کی کوشش میں ان کا ایک ہاتھ بھی جھلس گیا لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی۔ بالآخر ان کی محنت کا رگڑ ثابت ہوئی بڑی جفاکشی سی اپنے بھائی کو اس مصیبت سے چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کشمکش میں ان کا ہاتھ بری طرح متاثر ہو چکا تھا۔

اس معرکہ آرائی میں حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے شہادت کی التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور آپ دیدار الہی کا شوق دل میں لیے جام شہادت نوش کر گئے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے چہرے کو جنت میں روشن کرے اور روز آخرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرے۔ خدا تعالیٰ ان سے راضی اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی۔

ابو فیصل ندوی

شہید بن حسی

حضرت بحیمہ بنت جی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابو درداء انصاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی کا نام خیرہ بنت ابو حدرہ اسلمی تھا۔ دوسری بیوی بحیمہ بنت جی وصابیہ کے نام سے موسوم تھیں۔

دونوں کی کنیت اتفاق سے ام درداء تھی اور عربوں کا معاملہ یہ تھا کہ وہ زیادہ تر کنیت سے معروف تھے اور کنیت سے انہیں پکارا جاتا تھا۔ یہاں ایک ہی گھر میں دونوں کے تعارف اور پکارنے میں بڑی الجھن پیدا ہوتی تھی۔ اس لئے اس کا حل یہ نکالا گیا کہ پہلی بیوی کو ام درداء کبریٰ کہا جانے لگا اور دوسری کو ام درداء صغریٰ۔ ام درداء کبریٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیہ ہونے کی سعادت حاصل تھی اور انہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کی تھی۔ انہیں ام بلال بھی کہا جاتا تھا۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حلقہ درس سے تعلق رکھتی تھیں اور ان کی شاگرد تھیں محدثہ و فقیہہ خاتون تھیں۔ نہایت معاملہ فہم اور بے حد زریک و دانائے قبیلہ حمیر کی ایک شاخ ”وصاب“ کی طرف

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

میرہ مکحول شامی بلال، بن یسار، جاء بن حیوۃ عون بن عبد اللہ، میمون بن مہران اور ام درداء کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار حضرات ہیں جنہوں نے اس با عظمت خاتون کے حلقہ تلمذ میں شریک ہونے اور ان سے احادیث کی سماعت کرنے کا فخر حاصل کیا۔ ان سے مروی احادیث صحیح مسلم ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں منقول ہیں۔ ابن سمیع نے ان کا شمار اہل شام کے طبقت ثانیہ میں کیا ہے۔ ابو احمد عسال ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ام الدرداء صغریٰ (حضرت بحیمہ) سے بہت سی احادیث روایت کی گئیں۔ مکحول کا قول ہے کہ ام الدرداء ممتاز فقیہہ تھیں اور نماز میں (حالت جلسہ میں) مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔

ام درداء صغریٰ بچپن ہی میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی تربیت و نگرانی میں آ گئی تھیں۔ انہی کے ساتھ رہیں اور وہ جہاں جاتے ان کے ساتھ جاتیں مسجد میں جاتیں مردوں کی صفوں میں نماز پڑھتیں اور قرآن کے حلقے میں بیٹھتیں لیکن یہ بچپن کے دور کی بات ہے۔ بعد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے روک دیا تھا اور فرمایا عورتوں کے ساتھ نماز پڑھا کرو اور انہی کی صفوں میں بیٹھا کرو۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں نکاح کا پیغام بھجوایا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا۔ واللہ میں دنیا میں کسی سے نکاح نہیں کروں گی

دسمبر ۲۰۰۸ء

جنت میں انشاء اللہ ابوالدرداء ہی سے شادی کروں گی۔ خاندان بنو امیہ میں ان کی بڑی تکریم کی جاتی تھی۔ سال میں چھ مہینے بیت المقدس میں اور چھ مہینے دمشق میں قیام کرتیں۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان خصوصیت سے ان کا احترام کرتا اور اکثر ان کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ دمشق کے زمانہ قیام میں یہ مسجد کے آخری گوشے میں بیٹھتیں۔ عبدالملک بن مروان بھی وہیں آ کر دوزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھتا اور نہایت نرم الفاظ میں عزت سے بات کرتا۔ اسماعیل بن عبداللہ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ بیت المقدس کے ایک کونے میں عبدالملک نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ ام الدرداء بھی عبدالملک کے سہارے کھڑی ہوئیں۔

ضعف اور پیری کی وجہ سے اس کے سہارے سے آہستہ آہستہ مسجد میں داخل ہوئیں عبدالملک نے انہیں عورتوں کی صف میں کھڑا کیا اور خود آگے بڑھ کر مردوں کی صف میں شامل ہو گیا۔

تمام وقت ذکر الہی میں صرف کرتیں اس کے مقابلے میں دنیا کو بیچ اور بے وقعت قرار دیتیں۔ عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم ام الدرداء کی مجلس میں بیٹھے ذکر الہی میں مصروف تھے کہ اس سلسلے نے زیادہ طول کھینچا۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا آج ہم نے

آپ کو بہت تنگ کیا۔ فرمایا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم نے مجھے تنگ کیا یا تمھارا دیا ہے۔ میرے نزدیک تمام عبادتوں سے افضل

اور قلب و ضمیر کے لئے باعث تسلی مجالس ذکر کے علاوہ اور کوئی مجلس نہیں۔ میرے سکون و راحت کا سامان اسی میں مضمر ہے اور میں اسے سب امور پر فوقیت دیتی ہوں۔ بہترین علم معرفت الہی ہے فرمایا ”چھوٹی عمر میں حکمت سیکھو“ بڑی عمر کے ہو کر اسے لوگوں میں بھیلاد۔ جو شخص جو کچھ بوائے گا وہی پائے گا، اچھا بوائے گا تو اچھا پائے گا برا بوائے گا تو برا پائے گا۔“

ایک مرتبہ دعا اور توکل کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ کیسا آدمی ہے جو زبان سے اللہ سے التجا کرتا ہے کہ اللہ مجھے رزق عطا فرما حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اللہ آسمان سے اس پر دیناروں اور درہموں کی بارش نہیں کرے گا۔ رزق کا تعلق تو ہمارے آپس کے لینے دینے ہی سے ہے۔ کوئی چیز کسی کو دی جائے تو اسے قبول کر لینی چاہئے۔ اگر لینے والا صاحب ثروت ہے تو اپنے ضرورت مند بھائی کو دے دے اور اگر تنگ دست یا نادار ہے تو اسے اپنے مصروف میں لائے۔ جو رزق کسی ذریعے سے اللہ انسان کو عطا فرماتا ہے اسے رد نہیں کرنا چاہئے۔

ایک دفعہ فرمایا ذکر الہی بہت بڑی چیز ہے اور اللہ اکبر کہہ کر تم نماز پڑھو تو یہ ذکر الہی ہے اور اللہ کی ایسی تسبیح ہے جو بے حد

افضلیت کی حامل ہے۔ ایک شخص نے ان سے کہا میں اپنے دل میں بیماری محسوس کرتا ہوں مگر اس کے لئے کوئی دوا نہیں پاتا اور دل کو شدید قساوت کا

شکار پاتا اور بہت سی تمنائوں کا مرکز سمجھتا ہوں۔ آپ فرمائیے اس کا کیا علاج کروں؟ فرمایا قبروں میں جایا کرو اور مردوں کی دنیا کا مشاہدہ کیا کرو۔

عورتیں حضرت جیمہ رحمۃ اللہ علیہا کی معیت میں عبادت کرتیں اور قیام فرماتیں نماز میں قیام کی وجہ سے کمزوری محسوس کرتیں تو مسجد کی چھت پر سے لنگتی رسیوں کا سہارا لے لیتیں مگر حضرت جیمہ بدستور کھڑی رہتیں۔ وہ کسی شے کا سہارا نہ لیتیں۔

ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے ہاں مقیم تھیں۔ عبدالملک نے ان کے ساتھ قیام و صلا کی خواہش ظاہر کی قیام کیا اور عبدالملک نے اپنے ایک خادم کا سہارا لیا خادم تھک گیا اور اپنے مقام سے ذرا ہٹا تو عبدالملک نے اسے ڈانٹا اور اسے ملعون کہا۔ صبح ہوئی تو حضرت جیمہ نے عبدالملک کو بلایا اور کہا میں نے رات سنا کہ تم خادم کو ملعون قرار دے رہے تھے کہا وہ مجھ سے ذرا دور ہٹ گیا تھا؟ فرمایا ”میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کسی پر لعنت بھیجنے والے قیامت کے روز نہ کسی کی شفاعت کر سکیں گے اور نہ بطور شاہد کے پیش ہو سکیں گے۔“ یہ حالات حافظ بن حجر کی تہذیب التہذیب، ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ، ابن قتیبہ کی عیون الاخبار، ابن جوزی کی صفوۃ الصفوہ، ابن عماد کی شذرات الذہب، جاحظ کی البیان والتبیین خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد اور ذہبی کی تہذیب سے ماخوذ ہیں۔

زکوٰۃ و صدقات کی فضیلت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ ”اے ایمان والوں اپنی کمائی کی پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں۔“

زکوٰۃ دینے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مال پاک و صاف ہو جاتا ہے، اسی طرح صدقات و خیرات کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ رمضان المبارک میں جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہیں ان کی تلافی ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ مسکینوں، محتاجوں، کے کھانے کا بندوبست ہو جائے۔

سعد بن ابی بردہ اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ مجس کے پاس مال و دولت نہ ہو تو؟ فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرے اور خود بھی نفع حاصل کرے اور دوسروں کو خیرات بھی دے لوگوں نے کہا یہ بھی نہ کر سکتے تو؟ آپ نے فرمایا: اچھی باتوں پر عمل کرے اور بری باتوں سے روکے اس لئے کہ یہ بھی صدقہ

الحاج ایمان علی

عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے گئے، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: لوگو! صدقہ کرو۔ پھر آپ عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے خواتین! تم بھی خیرات کیا کرو، اس لیے کہ مجھے دوزخیوں میں اکثر عورتیں نظر آئیں، عورتوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں؟ تو فرمایا تم لعن و طعن زیادہ کرتی ہو۔ شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ دین سے دور اور عقل میں ناقص کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر آپ گھر واپس تشریف لائے تو ابن مسعود کی اہلیہ آپ کے گھر تشریف لائیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول، آج آپ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ میرے پاس ایک زیور تھا میں نے سوچا کہ اسے خیرات کر دوں، لیکن ابن مسعود نے دعویٰ کیا کہ وہ اور ان کا بیٹا ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں میں خیرات دینا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا شوہر ابن مسعود کھتا ہے اور تیرا لڑکا ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہے، جنہیں تو خیرات دینا چاہتی ہے۔

ہے۔ (بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں ابو طلحہ انصاریؓ مدینہ میں سب سے زیادہ دولت مند تھے۔ ان کے پاس کھجوروں کے باغ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے بیرحاء بہت پسند تھا، اس کا رخ مسجد نبوی کی طرف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور وہاں کا صاف ستھرا پانی پیا کرتے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اپنی عزیز چیز کو اللہ کی راہ میں صدقہ نہ کر دو۔ ابو طلحہ نے اسے صدقہ کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاباش یہ نفع بخش مال ہے اور آمدنی والا مال ہے، میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ تم اسے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہ نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انہوں نے اسی وقت اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطریا فطر کو واجب کیا تاکہ لغو اور بے حیائی کی باتوں کو جو روزے میں سرزد ہو گئی ہوں (بقیہ..... ۳۸..... پر)

دنیا نے اسلام کا تابندہ ستارہ: ڈاکٹر حمید اللہ

(مرحوم اسکالر کی خدمات اور ان سے ایک تاریخی ملاقات کا تذکرہ)

کسی اعلیٰ نسب العین اور مشن کے لئے زندگی کا ایک لمحہ وقف کر دینے کی بات مجاورۃ تو سنی تھی، لیکن اس کا کوئی عملی نمونہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ نامور زعماء اور اکابرین کی زندگی کے کچھ نہ کچھ وقت اہل خانہ، اعزاء، دوست احباب اور مختلف نوعیت کی معاشرتی تقریبات کی نذر ہوتا ہے اور اجتماعی زندگی میں ایسا ہونا ناگزیر ہے، لیکن پیرس کے حالیہ سفر میں اسلام کے ایسے خادم کو دیکھنے کا موقع ملا اور اس سے دو تین ملاقاتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا، جس کی زندگی مختصر نیند اور ضروری حاجات کے سوا پوری کی پوری اسلام کے لیے وقف ہے۔ اس میں نہ بیوی بچوں کا کوئی دخل ہے نہ کسی ملازم اور رفیق کی کوئی گنجائش اور نہ اعزاء اور دوست احباب یا تقریبات کا کوئی جھمیلا، حتیٰ کی ٹیلی فون کا تک کوئی جھنجھٹ نہیں ہے۔ وقت کا ہر لمحہ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے لیے وقف ہے اور اس میں ایسا انہماک و تسلسل ہے کہ دم لینے کی مہلت نہیں۔ بس یہ فکر دامن گیر ہے کہ ۸۴ سال

کی عمر ہو چکی ہے، کہیں فریضہ اجل آنے دو بچے، اپنے رب کا سامنا ہو اور اس نے یہ پوچھا کہ میں نے جو نعمت دین تجھے عطا کی تھی، اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے تو نے کیا کیا، تو میں وہاں کیا منہ دکھاؤں گا؟ ندامت و شرمندگی سے بچنے کے لئے کچھ تو زاد راہ ساتھ لے لوں۔ باقی سہارا اس سے عنود درگزر اور عطا و بخشش سے مل جائے گا۔ یہ شخصیت ہے عالم اسلام کے معروف و منفرد محقق، مصنف، مترجم، مفسر اور مبلغ پروفیسر محمد حمید اللہ کی، جو اپنے عظیم کام ہی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنے طرز زندگی کی بے مثال خصوصیات کے باعث، مسلم دنیا کے اہل علم و فضل اور فرانس اور فرانسیسی زبان سے وابستہ افریقی ممالک میں انتہائی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے جب مجھ سے پہلی بار اپنے دورہ فرانس کا ذکر کیا، تو میں نے ان سے درخواست کی کہ وہاں ایک نامور عالم اور محقق ڈاکٹر حمید اللہ سے ضرور ملنے جو پاکستان میں آئین

سازی کے ابتدائی مراحل میں گرفتار خدمات انجام دے چکے ہیں اور مغربی دنیا میں اس ملک کا نام روشن کرنے میں انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔ وزیر اعظم نے اسی وقت متعلقہ حکام کو ہدایت کی کہ پیرس میں سفارت خانہ کو پیغام دے دیا جائے کہ میرے پروگرام میں ڈاکٹر حمید اللہ سے ملاقات کو بھی شامل کیا جائے۔ بعد ازاں وزیر اعظم کے ساتھ جانے والے صحافیوں میں، جب مجھے شمولیت کی اطلاع ملی، تو پیرس کو تفصیل سے دیکھنے کی دیرینہ خواہش کے علاوہ سب سے زیادہ خوشی اس خیال سے ہوئی کہ یہ سفر مجھے ڈاکٹر حمید اللہ سے ملاقات کرنے اور ان کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم کرے گا۔ ڈاکٹر صاحب سے کراچی میں اس وقت ایک مختصر ملاقات ہوئی تھی، جب وہ جنرل ضیا الحق شہید کی دعوت پر پاکستان آئے تھے اور بہاول پور کی اسلامیہ یونیورسٹی میں اپنے یادگار خطبات کا سلسلہ مکمل کر کے پیرس واپس جا رہے تھے۔ ان سے میری مراسلت بھی نہ رہی کبھی ان سے تفصیلی ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ میں نے اپنے زمانہ طالب علمی اور خصوصاً جامعہ کراچی سے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کی تیاری کے دوران ڈاکٹر صاحب کی کتابوں سے بہت استفادہ کیا تھا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب کے تجربہ علم کے علاوہ جس چیز نے مجھے بہت زیادہ متاثر

کیا تھا وہ یہ تھی کہ محترم اور معلم دونوں حیثیتوں سے ڈاکٹر صاحب کی پوری زندگی جرمنی اور فرانس میں گزری ہے، لیکن ان کی فکر اور تحریر پر مغربی فکر اور تہذیب کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر نہیں آتا اور وہ دیوبند یا ندوہ جیسی کسی دینی درسگاہ کے فاضل استاد کا اسلوب نگارش رکھتے ہیں، جس میں اساسیات دین پر گہرے اعتقاد کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ وہ جدید ترین دنیا کے شہری، اس کا علوم کے شناسا اور اس کے انتہائی ترقی یافتہ باشندوں کے مسلمہ استاد ہیں، مگر اپنی فکر اور تحریر کے لحاظ سے وہ متقدمین کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں کسی کو چند ہفتوں کے لیے مغرب کی ہوا لگ جائے تو وہ اپنے دیس میں خود کو اجنبی محسوس کرنے لگتا ہے، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ کی اسلامی فکر اور مشرقی تہذیب یورپ میں ۶۰ سال کی رہائش کے باوجود ذرا متاثر نہ ہوئی بلکہ اس نے الٹا اہل یورپ کو متاثر کیا اور ہزاروں افراد کو اسلام کی آغوش میں پہنچا دیا۔ مغربی تہذیب علامہ اقبال کی طرح ڈاکٹر حمید اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔

پیرس میں ہم منگل ۱۴ جنوری کو ساڑھے آٹھ بجے شب پہنچے اور ایفل ٹاور کے نزدیک کنکورڈ کے علاقے میں واقع ہوٹل کرلیوں میں جہاں وزیر اعظم کے ساتھ ہمارے قیام کا انتظام کیا گیا تھا، اپنے

کمروں تک پہنچنے پہنچنے ۱۰ بج گئے۔ اس دن ۱۲ گھنٹے طویل سفر کے بعد آرام کے سوا کوئی دوسری مصروفیت نہ تھی۔ اگلے روز ہم سرکاری مصروفیات میں شرکت سے فارغ تھے، اس لیے سب نے اپنے اپنے ذوق و طلب کے مطابق پروگرام مرتب کئے۔ میں نے ناشتہ کے فوراً بعد ڈاکٹر حمید اللہ سے ملاقات کی سہیل نکالی۔ اپنے ارادہ کا ذکر چند دوستوں سے کیا تو روزنامہ عبرت حید آباد کے ایڈیٹر قاضی اسد عابد اور روزنامہ فرٹیمیر پوسٹ کے ایڈیٹر جناب قیصر بٹ نے چلنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ہم ایک کار سے ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پہنچے جو پیرس کے مرکزی علاقے میں ایک چار منزلہ قدیم عمارت میں واقع ہے۔ ڈاکٹر صاحب چوتھی منزل پر رہتے ہیں اس عمارت میں لفٹ نہیں ہے لکڑی کا زینہ ہے اور ڈاکٹر صاحب اس پیرانہ سالی میں دن میں کئی بار اس زینے سے اترتے اور چڑھتے ہیں۔ انہوں نے اس عمارت میں زمانہ طالب علمی گزارا اور اب اسی میں ایک چھوٹے سے کمرے میں ۱۹۴۸ء سے مقیم ہیں۔ ہم تقریباً ساڑھے دس بجے صبح وہاں پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب کا کمرہ بند دیکھ کر مایوس لوٹے، مگر عمارت کے صدر دروازہ پر ڈاکٹر صاحب آتے ہوئے مل گئے، انہوں نے بڑے تپاک سے ہمارا خیر مقدم کیا اور بتایا کہ میں علی الصبح نماز کے بعد لائبریری چلا

جاتا ہوں، وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔ وہ سیرھیاں چڑھتے ہوئے ہم سب سے آگے نکل گئے اور ہم ان کا ساتھ نہ دے سکے، سب کے سانس پھولے ہوئے قدم بھاری تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے تیسری منزل پر پہنچ کر بتایا کہ اوپر میرے کمرے کی مرمت ہو رہی ہے اس لیے عارضی طور یہاں رہ رہا ہوں۔ انہوں نے کمرہ کھولا تو ہمیں یوں محسوس ہوا کہ کتابوں کے کسی گودام میں آگئے ہیں۔ ایک بوسیدہ صوفہ، فائلوں اور کتابوں سے لدی ایک پرانی میز، ایک جانب چھوٹی سی چارپائی اور اسٹیل کی تین چھوٹی کرسیاں، کتابوں کے بڑے بڑے بکسوں اور کرسیوں کے درمیان جمی ہوئی بلکہ بھنسی ہوئی تھیں اور ان پر بیٹھنے سے قبل انہیں کتابوں اور فائلوں کے بوجھ سے آزاد کرنا ضروری تھا۔ ڈاکٹر صاحب بڑی دیر تک ہماری آمد پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے رہے۔ شفقت، محبت، انکساری، عاجزی، تواضع اور اپنی بے سرو سامانی کے سبب ہماری تکلیف و زحمت پر تاسف کے جذبات سے ان کا چہرہ معمور تھا۔ ابتدائی تعارفی گفتگو، کچھ پرانی یادوں کی تجدید اور اپنی چار کتابوں کی پیشکش کے بعد ڈاکٹر صاحب سے سوال و جواب کے سلسلے کا آغاز ہوا تو انہوں نے بتایا کہ میں ۱۹۴۸ء سے یہاں مقیم ہوں۔ پاکستان میں سے گیا تھا اور وہاں مولانا سید سلیمان ندوی، متعدد

علماء اور مولانا ظفر احمد انصاری کے ساتھ مل کر پاکستان کے آئین کے بنیادی نکات، علماء کے ۲۲ نکات اور نظام تعلیم کے خاکے کی تیاری میں شریک رہا اور پھر پیرس واپس چلا آیا۔ انہیں میری زبانی مولانا ظفر احمد انصاری کے انتقال کی خبر ملی تو گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ مولانا کی ملی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ ڈاکٹر بشارت علی کے انتقال پر بھی انہوں نے انیسویں اور صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی۔ انہوں نے بتایا کہ وزارت تعلیم کے تحت یہاں اور نیشنل ریسرچ سنٹر قائم ہے جس میں ایسے صاحبان علم کو رکھا جاتا ہے جو مختلف وجوہ کی بنا پر اپنے وطن سے ہجرت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ میں ۲۵ سال اس سے وابستہ رہ کر اب ریٹائر ہو چکا ہوں اور اس کے وظیفہ پر میری گزر بسر ہو رہی ہے۔ میں نے جرمنی میں یون یونیورسٹی سے ۱۹۳۳ء میں اسلام کے بین الاقوامی قانون پر ڈی فل کی ڈگری لی۔ اگلے سال سورن یونیورسٹی پیرس سے عہد نبوی کی ڈپلومیسی کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا، بعد ازاں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں پڑھنے لگا۔ ستو حیدر آباد کے بعد میں پیرس چلا آیا اور یہاں تحقیقاتی ادارے سے وابستہ ہو گیا۔ اب میں کسی بھی ملک کا شہری نہیں ہوں، مستقل مہاجر ہوں، میری مہاجریت کی ایک سند حکومت فرانس نے جاری کر دی تھی، وہی میرا پاسپورٹ ہے، اسی پر بیرونی سفر کرتا ہوں، یوں میری شہریت آفاقی ہے۔ اپنے علمی کام سے متعلق ایک سوال پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میرا پہلا مضمون ۸ جولائی ۱۹۲۸ء ہف روزہ ”نونہال“ لاہور میں ”مدارس کی سیر“ کے عنوان سے شائع ہوا تھا، اس موقع پر انہوں نے ایک پرانی کاپی دکھائی جس میں تاریخی ترتیب کے ساتھ ان کے مضامین اور کتابوں کی فہرست موجود ہے۔ مختلف بین الاقوامی جرائد اور مختلف زبانوں میں ان کے شائع شدہ مقالات کی تعداد ۱۹۲۱ء سے ہے، وہ ایک سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کے بعض مضامین اور کتابوں کا ترجمہ چینی اور جاپانی سمیت متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے۔ ان کا سب سے عظیم کارنامہ فرانسیسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ اس کے ۱۹ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ہر ایڈیشن ۱۰ سے ۲۰ ہزار کی تعداد میں طبع ہوا اور آج کل وہ ۲۰ ویں ایڈیشن کا پروف پڑھنے میں مصروف ہیں۔ فرانسیسی میں سیرت نبوی پر بھی دو جلدوں میں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ حال ہی میں ان کی مرتب کردہ کتاب السیر الکبیر کی چار جلدیں ترکی زبان میں شائع ہوئی ہیں جو انہوں نے ہمیں دکھائیں۔ ان کا موضوع اسلام کا بین الاقوامی قانون ہے۔ اردو زبان میں عہد

نبوی کے میدان جنگ، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، اسلامی اصول قانون اور نظریہ دستور کا ارتقاء امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، عہد نبوی تا خلافت راشدہ ان کی بلند پایہ تحقیقی کتب ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ٹیپو سلطان اور اردو کی ترقی، یورپ میں ادبی نشاۃ ثانیہ، سلطنت مسقط و عمان، مشرق میں انقلاب کے لئے روسی تدابیر، سرور کائنات کی حکومت جیسے عوانات سے متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں۔ وہ ایک عرصہ تک انقرہ کی ارض یوم یونیورسٹی میں لکچر دیتے رہے ہیں اور اس کے لیے ہر ہفتہ پیرس سے انقرہ جایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو ۸ زبانوں اردو، فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، ترکی اور اطالوی پر عبور حاصل ہے اور ان سب زبانوں میں ان کی تصانیف موجود ہیں۔ وہ طویل عرصے تک فرانسیسی زبان کے ایک ماہنامہ جریدے ”فرانس اسلام“ کے مدیر بھی رہی اور ایک تنظیم ”جمعیۃ الصداقہ الاسلامیہ“ کے خازن بھی رہے ہیں۔ اس سوال پر کہ آپ نے پیرس ہی کو اپنی مستقل رہائش کے لئے کیوں منتخب کیا؟ ڈاکٹر حمید اللہ نے بتایا کہ ایک تو ایسا تحقیقی ادارہ کہیں اور نہیں جس کا میں ذکر کر چکا ہوں، دوسرے یہاں ۸۰ لاکھ اور ایک کروڑ کتابوں پر مشتمل ایسی متعدد اور عظیم الشان لائبریریاں موجود ہیں، جن کی کہیں

نظیر نہیں ملتی۔ یہاں ایک ایک موضوع پر مثلاً عالم عرب پر خصوصی لائبریریاں موجود ہیں۔ جن میں موضوع سے متعلق ہر زبان کی کتابیں یکجا مل جاتی ہیں۔ لائبریری السنہ الشرقیہ میں تیس لاکھ کتابیں موجود ہیں۔ یہاں کا ماحول بھی نسبتاً زیادہ پرسکون اور علمی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ فرانس میں اگرچہ اسلام دشمنی کا جذبہ بہت شدید ہے اور الجزائر میں جو کچھ ہوا، وہ اس کا واضح ثبوت ہے لیکن اس کے باوجود صرف پیرس میں اب تک ایک لاکھ فرانسیسی مسلمان ہو چکے ہیں، یہاں ایک سو سے زیادہ مساجد ہیں، اسلام قبول کرنے والوں کا یومیہ ۸ تا ۱۰ ہے، ان میں خواتین کی بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ ایک خاتون کا خط آج ہی ملا ہے جس نے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی ہے اور لکھا ہے کہ اگرچہ میرے قریب بھی ایک مسجد موجود ہے، لیکن اس پاکیزہ اور مقدس مقام تک جانے میں اپنے اندر میں ہمت نہیں پاتی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ خط ہمیں بھی دکھایا انہوں نے بتایا کہ آج کل یہاں کسی ایک موضوع سے متعلق عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کے نقطہ نظر کے اظہار کا پروگرام چل رہا ہے جس میں اسلام کے نقطہ نظر کی ترجمانی کے لئے میرا انتخاب کیا گیا ہے۔ موجودہ موضوع حضرت ابراہیم ہیں، تحقیق کے دوران نئے گوشے میرے سامنے آئے ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کی رامائن اور یونانیوں کے مشہور شاعر ہومر کی نظم اوڈیس حضرت ابراہیم کے دور کی تصانیف ہیں اور ان کی واقعہ نگاری پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سے منسوب کرتے ہیں وہ دراصل حضرت اسحاق سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے ان کتابوں سے اور تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کا بیان کردہ واقعہ ہی درست ہے۔ اس پر یہودی علماء نے مجھ سے علیحدگی میں کہا کہ ہم تمہاری تحقیقی کو صحیح تسلیم کر لیں تو ہمارا تو سارا ہی مذہب باطل قرار پائے گا اور کھیل بگڑ جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میرا کام تحقیقی ہے، ثبوت پیش کر دیئے ہیں، ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ آج کل ایک ایسی جگہ مسجد کی تعمیر میں مصروف ہوں جہاں فرانسیسی مسلمانوں کی خاصی تعداد موجود ہے لیکن ان کے لئے مسجد نہیں تھی۔ ایک عمارت خرید لی گئی ہے۔ پانچ لاکھ فرانک ادا کئے جا چکے ہیں، اتنی ہی رقم مزید مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ کوئی سہیل پیدا کر دے۔ ہمیں شدت سے احساس تھا کہ ڈاکٹر حمید اللہ کی بہت قیمتی شے یعنی وقت ضائع کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں، چنانچہ ہم نے اجازت چاہی اور گزارش کی کہ کوئی کلمہ نصیحت عطا فرمائیے۔ ڈاکٹر صاحب نے کمال انکساری کے ساتھ کہا ”استغفر

اللہ! میں اور کلمہ نصیحت! آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ میں نے آپ کی توضیح نہ کرنے پر پہلے ہی بہت شرمندہ ہوں۔ اس گفتگو کے دوران قاضی اسد عابد صاحب نے اپنا کیمرہ نکال لیا اور ڈاکٹر صاحب سے ایک تصویر کی اجازت چاہی۔ انہوں نے فوراً اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور کہا ”میں ناچائز کام کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں“ میں نے قاضی اسد صاحب کو کیمرہ بند کر لینے کا اشارہ دیا اور تصویر پر اصرار نہیں کیا مضمون اسی لئے ڈاکٹر صاحب کی تصویر سے خالی ہے۔ (ہم ڈاکٹر صاحب کا قلمی اسٹیج شائع کرنے کے گناہ گار ہیں۔ مرتب) رخصت ہوتے وقت ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مجھے ابھی تک وزیر اعظم سے ملاقات کے صحیح وقت کی اطلاع نہیں ہو سکی، میں نے عرض کیا کہ آپ کے ہاں ٹیلی فون نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہوگی۔ میں کسی کو بھیج کر آپ کو اس کی اطلاع دیتا ہوں۔ ایک گھنٹہ بعد ڈاکٹر صاحب کو سفارتخانہ کے ایک افسر نے یہ اطلاع بہم پہنچادی۔ ہم واپسی پر راستے میں دیر تک اس مرد قلندر کے علم و فضل، اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اس کی بے مثل خدمات اور اس کی سادگی، خوش خلقی اور عاجزی و انکساری پر اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے رہے۔

جمعرات ۱۶ جنوری کو صبح ساڑھے دس بجے وزیر اعظم سے ڈاکٹر حمید اللہ کی ملاقات تھی۔ ان کے لئے گاڑی کا انتظام تھا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کرنی کہ میں روزانہ میٹرو (زیر زمین) سے سفر کرتا ہوں، اس کے ذریعہ آ جاؤں گا، کوئی صاحب زحمت نہ فرمائیں۔ وہ مقررہ وقت سے دس منٹ پہلے پہنچ گئے، فرانسیسی وزیر دفاع سے وزیر اعظم کی ملاقات ۱۱ بجے طے تھی۔ پہلے سے جاری ملاقات میں کچھ زیادہ دیر ہوگئی اور ڈاکٹر صاحب کی باری آنے پر وزیر دفاع تشریف لے آئے۔ وزیر اعظم نے ڈاکٹر صاحب سے معذرت کرتے ہوئے درخواست کی کہ آپ آدھا گھنٹہ انتظار فرمائیں، میں آپ سے بہت اطمینان کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے ذرا بھی بد مزگی کا اظہار نہ کیا اور کہا کہ میں گھنٹوں انتظار کے لئے تیار ہوں، آپ کی دوسری مصروفیات زیادہ اہم ہیں، وہ میرے ساتھ تقریباً پون گھنٹہ بیٹھے رہے اور دوسرے متعدد اصحاب ان سے گفتگو کا فیض اٹھاتے رہے۔ وزیر اعظم نے ڈاکٹر صاحب سے اپنی ملاقات کے لئے پانچ افراد کا پینل مقرر کیا تھا، جن میں راقم بھی شامل تھا، لیکن میرے اور سینیٹر محمد خاں کے سوا اس میں باقی تین ارکان میں سے کوئی شریک نہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا تفصیلی تعارف میرے ذمہ تھا، وزیر اعظم

ان کی خدمت اور شخصیت سے بہت متاثر ہوئے اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ نفاذ اسلام کے سلسلہ میں اپنی ذاتی تجاویز اور مشوروں سے نوازیں ڈاکٹر صاحب نے بڑی انکساری کے ساتھ کہا کہ ”میں یہاں بہت دور بیٹھا ہوں، پاکستان کے حالات سے زیادہ واقف نہیں، آپ کو کیا مشورہ دوں؟ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ پر توکل رکھئے اپنا کام اسی کے بھروسے پر کرتے جائیے، وہ ساری رکاوٹیں دور کرتا اور آسانیاں پیدا کرتا چلا جائے گا۔“ وزیر اعظم نے اب تک کے کلام اور مجوزہ آئینی ترمیم کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کو اپنے عزائم سے باخبر کیا، تو انہوں نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا اور ان کی کامیابیوں کے لئے دعا کی۔ وزیر اعظم نے جب پوچھا کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ تو ڈاکٹر صاحب نے شکر یہ ادا کرتے ہوئے ہوئے نہایت بے نیازی کے ساتھ جواب دیا ”خدا کا فضل ہے، میں کسی چیز کی ضرورت نہیں کرتا۔“

حکومت پاکستان کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو ادا کردی جائے گی اور پاکستان کے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر وزیر اعظم کا شکر یہ ادا کیا۔ انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ میں وہاں آ کر کیا خدمت کر سکتوں گا؟ یہاں ہمہ وقت تحریری کام اور نو مسلم فرانسیسیوں کی تعلیم و تربیت پر لگا رہتا ہوں۔ یہ کام میری غیر حاضری سے متاثر ہوگا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ اب آپ کی مدد ہمارے لئے باعث برکت ہوگی اور پوری قوم آپ کو اپنے درمیان پا کر خوشی محسوس کرے گی۔ ایک ہفتہ ہی کے لئے زحمت فرمائیے۔ آپ میرے مہمان ہوں گے۔ مجھے اپنی سہولت کے مطابق اپنی آمد کی تاریخ سے مطلع فرمادیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا اور بعد ازاں میرے نام ایک خط میں بتایا کہ میں رمضان کے بعد اور انگریزی مہینہ کے آغاز پر آ سکتا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی یہ لکھا کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے انہوں نے وزیر اعظم کے نام خط اردو میں خود ٹائپ کیا، وہ انگریزی، اردو و فرانسیسی خود ہی ٹائپ کرتے ہیں اور اکثر مسودہ کے بغیر براہ راست ٹائپ رائٹر پر عبارت کرتے ہیں۔ وزیر اعظم نے ڈاکٹر صاحب کے حالات سن کر یہ پیشکش کی کہ آپ کے لئے حکومت کی طرف سے ایک ملازم فراہم

کر دیا جائے گا جو گھر اور باہر کے کاموں میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے گا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا مجھے اس سے محفوظ ہی رکھئے۔ وزیر اعظم کے اشارے پر تمام کمرہ مین باہر نکل گئے اس لئے یہ ملاقات فی وی پر پیش نہ کی جاسکی۔

جمہ کو اپنی زواہنگی سے قبل میں ایک بار پھر الوداعی ملاقات کے لئے ڈاکٹر صاحب کے ہاں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت ایک شاگرد کے ساتھ نماز مغرب ادا کر رہے تھے اور خود امام تھے۔ ان کے قرأت کی آواز دروازہ سے باہر صاف سنائی دے رہی تھی۔ اختتام نماز تک میں دروازے کے باہر منتظر کھڑا رہا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ انہوں نے نماز سے قبل بجلی بجھادی اور نماز ختم کرتے ہی بلب پھر روشن کر دیئے۔ بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ شیشوں سے باہر ارد گرد کے لوگ نماز پڑھتے نہ دیکھیں کیونکہ اس سے ظاہر داری اور نمائشی عبادات کا پہلو نکلتا ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ آپ کا خط وزیر اعظم کو پہنچا دیا گیا ہے۔ انہوں نے بڑی دعائیں دیں اور مسجد کا مسئلہ حل ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ میں چونکہ اس بار تنہا تھا اور ڈاکٹر صاحب کا مراکشی شاگرد اردو سے ناواقف، اس لئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے ایک نازک سوال کر ڈالا۔ ڈاکٹر صاحب آپ زندگی بھر قرآن و سنت کا درس دیتے رہے اور اس پر عمل بھی

کرتے رہے، مگر آپ نے ایک سنت پر عمل نہیں کیا یعنی سنت نکاح، اس کا کیا جواز ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر کہا کہ ”میں سخت گناہگار ہوں، مجھے خود اس کا احساس ہے اور اب بڑھاپے میں تو اس کوتاہی کا بہت شدت سے احساس ہے، اللہ مجھے معاف فرمائے۔ آپ بھی میری اس کوتاہی پر معافی اور مغفرت کی دعا کیجئے۔ اس عمر میں اس کوتاہی کا ازالہ کرنا چاہوں تو اب اس کا امکان کہاں؟“ یہ کہہ کر مزید کھلے اور سبب بتایا کہ ہمارے ہاں یہ کام والدین کے ذمہ ہوتا ہے۔ میں چونکہ ایک طرف وطن سے دور یہاں تنہا رہا اور دوسری طرف والدین سے بھی محروم تھا، اس لئے خاندان میں کسی کو خیال نہ آیا۔ میں تعلیم و تحقیق میں اس درجہ منہمک اور مستغرق رہا کہ اس طرف توجہ ہی نہ گئی، بس یوں ہی وقت گزرتا گیا۔ یہ کوتاہی عدا نہیں ہوئی، سہواً حالات نے اس کے اسباب پیدا کر دیئے۔ میں نے دوسرا سوال تصویر سے اس درجہ گریز کے بارے میں کیا تو ڈاکٹر صاحب نے وہی جواب دیا کہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔ میں نے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کی تصویروں کا حوالہ دیا تو انہوں نے کہا کہ تصویر کو انہی ناگزیر وجوہات تک محدود رہنا چاہئے، یہ تشہیر کا نہیں شناخت کا معاملہ ہے۔ میں تشہیر کے لئے تصویر کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟

یہ جواب تھا اس شخص کا جس کی زندگی تصویروں کے سیلاب کے درمیان سے گزری ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ سے میں نے پوچھا: ”آپ پاکستان میں وزارت تعلیم جیسا کوئی منصب سنبھالتے تو کیا اس کے دور رس نتائج برآمد نہ ہوتے؟“ ڈاکٹر صاحب نے مسکرا کر جواب دیا: ”میں نے جس کام کے لئے خود کو وقف کیا ہے وہ کسی ملک کے وزیر اعظم سے زیادہ اہم ہے۔“ اس کا گھر آج تک فی وی اور ریڈیو تک کے وجود سے خالی ہے۔ ذرا غور کیجئے اس کے گھر میں بیوی بچے ہوتے، ریڈیو اور ٹی وی ہوتے اور ٹیلی فون موجود ہوتا تو مجموعی طور پر عمر عزیز کا کتنا حصہ ان کی نذر ہو جاتا اور دنیا اس عظیم محقق، مصنف اور مفسر کی کتنی قیمتی کتابوں سے اور تبلیغی خدمات کے کتنے نتائج سے محروم رہ جاتی؟ بظاہر یہ ایک غیر فطری اور غیر متوازن زندگی ہے، لیکن جس شخص نے زندگی کا ایک لمحہ اپنے مشن کے لئے وقف کر دیا ہو، اس کے بارے میں کوئی اپنے دل سے پوچھے کہ راز حیات اس پر کھلا کہ ہم پر۔ یہ ایسی ہی ہستیوں کا تو فیض ہے کہ آج فرانس میں عیسائیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے اور اس کی قبولیت کی رفتار سب سے زیادہ تیز ہے۔



والدین

بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح نہ دیں

اولاد والدین کے لیے ان کی زندگی کا سرمایہ ہوتی ہے

خدا کی طرف سے اولاد کی نعمت حاصل ہوتے ہی عام لوگ خاص الخاص شخصیت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اچھی اور باکردار اولاد ہمیشہ سے والدین کی اولین خواہش ہوتی ہے جس کی پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے والدین بچوں کو تعلیم و تربیت کا عمل شروع کر دیتے ہیں اور معمولات زندگی رواں دواں رہتی ہے، ویسے تو والدین کے لیے ان کے تمام بچے یکساں ہوتے ہیں مگر بعض اوقات اولاد میں سے کوئی ایک بچہ والدین کی ترجیحات کا حامل ہوتا ہے جس کی بدولت والدین کا اپنے اس خاص بچے کی طرف رجحان بھی زیادہ ہوتا ہے اور محبت و شفقت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو پورا کیا جاتا ہے۔ دوسرے بچوں کی نسبت اسے ترجیح دی جاتی ہے اس کی خصوصیات کو نمایاں کیا جاتا ہے مختصر یہ کہ والدین کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بخوبی اندازہ ہو جاتا کہ وہ کس کو کتنا عزیز سمجھتے ہیں اور اس سارے عمل میں وہ اپنے

ادارہ

واسطہ احساس کمتری اور دھتکارے جانے والے احساس سے پڑ جاتا ہے جسے وہ اپنے اوپر حاوی کر لیتے ہیں اس احساس کی بدولت وہ ساری زندگی اپنے آپ کو غیر ضروری سامان تصور کرتے اور اپنی شخصیت کو کوسے رہتے ہیں۔ ان میں خود اعتمادی کا عنصر کہیں دب کر رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی صلاحیتوں کو بھی اجاگر نہیں کرتے اور اپنی صلاحیتوں کا گلا گھونٹ کر محرومی کی زندگی گزارنے لگتے ہیں یہ مسائل ان کے خود پیدا کیے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ مستقل و مسلسل نظر انداز کیے جانے اور توجہ کا مرکز نہ بننے کے باعث وہ ایسے حالات کا شکار ہوتے ہیں پھر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اس میں قصور کس کا؟ اکثر اوقات والدین کی توجہ کا مرکز بننے والے بچے میں کچھ غیر معمولی خصوصیات پائی جاتی ہیں والدین بچے کو اس کے ذہن، خوبصورت یا پھر خوب سیرت ہونے کے باعث اس کی قدر کرتے ہیں اس میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ بچہ دوسرے بچوں کا حق مار رہا ہے یا دوسرے کے حق کا پیار بھی وہ چرا رہا ہے (کیونکہ اکثر اوقات ایسے حالات میں اس بچے سے دوسرے بچے بدظن اور نفرت کرنے لگتے ہیں) تو یہ ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ اگر وہ بچہ کسی ایسی غیر معمولی خصوصیت کا مالک ہے تو یہ اس پر اللہ کی عنایت ہے جس پر شکر نہ کرنا یقیناً کفر ہوگا۔

ایسا تو ہرگز نہیں ہوتا کہ والدین نے اسے اس خوبی سے نوازا ہو اور نہ ہی کسی والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی پسندیدہ چیز میں رتی بھر بھی تبدیلی کر سکے اور اچھا بنا سکے۔ اس لیے وہ بچہ کسی صورت بھی قصور وار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ہاں البتہ اگر دیکھا جائے تو اس میں والدین کا تھوڑا بہت قصور ہوتا ہے اور والدین کے صحیح اور مناسب اقدام ہی ان کا حل ہوتے ہیں۔ والدین کا کسی ایک اولاد کو ترجیح دینا زیادہ تر دو صورتوں میں ممکن ہوتا ہے پہلی صورت میں بعض بچوں کو ان میں موجود کمزوریوں کی بنا پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے یہ کمزوریاں بیماری، مفلوجی یا پھر ذہنی طور پر باعقل اور باشعور نہ ہونے کی صورت میں موجود ہوتی ہیں ان ہی کمزوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ بچہ والدین کے نزدیک تر ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں والدین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ بچہ اپنی محتاجی یا پھر مفلوجی کے باعث زندگی سے ناامید نہ ہو جائے اور ایک نارمل انسان کی طرح زندگی اور حقیقت کو باخوشی قبول کر کے زندگی گزارنا سیکھے اس لیے وہ اس پر اپنی شفقت اور محبت کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ دوسری صورت میں بچے کی ظاہری یا باطنی اچھائی کی بنا پر ترجیح دی جاتی ہے۔ انہی اچھی عادت اور خصوصیات کا ہونا ہی والدین کی توجہ کا مرکز بن جاتا

سے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس بچے کی خصوصیت کو بالکل ہی تسلیم کرنا چھوڑ دیں بلکہ اگر وہ اسے سراہتے ہیں تو اس لمحہ میں تھوڑی بہت احتیاط اور مساوات کا خیال رکھیں۔ اگر انہیں کسی ایک بچے کی قابلیت متاثر کرتی ہے تو صرف اس بچے کو سراہا جائے بلکہ وقتاً فوقتاً دوسرے بچوں میں چھپی ہوئی خصوصیات کو اجاگر کیا جائے انہیں بھی اتنی توجہ اور احترام دیا جائے ایسی صورت میں والدین کو انصاف اور مساوات کا دامن مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔

خدا کا یہ فرمان ہے کہ اپنے بچوں میں فرق نہ کیا کرو جب خدا کے ہاں کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں تو پھر والدین کیونکر یہ سوچیں۔ ہاں البتہ تقویٰ کی بنیاد پر خدا کے ہاں بھی برتری حاصل ہے نہیں تو پھر والدین دین اور ایمان کی بنیاد پر کسی بچے پر زیادہ مہربان ہوں تو وہ جائز ہے اب ایسا تو ممکن نہیں ہو سکتا کہ کسی بچے میں کوئی خاص بات نہ ہو کیونکہ اللہ نے ہر شخص کو کوئی نہ کوئی خوبی ضرور عطا کی ہے لیکن بعض اوقات وہ خوبی انسانی آنکھ سے نہیں دیکھی جاتی ایسی صورت میں بھی بچوں کو سمجھایا جائے کہ آپ میں بھی بہت سی خصوصیات ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ نمایاں ہوں گی اور ایک دن آپ بھی ایک کامیاب انسان

بن جاؤ گے بس آپ کو اپنے آپ میں اس چھپی خصوصیات کو تلاش کرنا ہے اور پھر اس سے تراشنا ہے اور پھر بروئے کار لانا ہے اور ہمیں یہ یقین ہے کہ آپ تلاش کے عمل کو جلد پائے تکمیل تک پہنچائیں گے۔

بچوں میں قدرت، نصیب اور قسمت کو سمجھے اور ماننے کی بھی ترغیب دی جائے اور اللہ کی رضا اور اس کی دی (نعمتوں) پر ہوئی کلمہ شکر ادا کرنا سکھایا جائے تو یقیناً اولاد کے درمیان پیدا ہونے والے تضاد پر قابو پایا جاسکتا ہے اور احساس کمتری جیسے مسائل سے نمٹنا جاسکتا ہے۔

بعض اوقات ایک اور وجہ بھی اس قسم کے مسائل کا سبب بنتی ہے، وہ وجہ بے معنی حسد کی بدولت ہوتی ہے بعض بچوں میں دوسروں کی اچھائی کو دیکھ کر خوش ہونا نہیں بلکہ حسد کرنا شامل ہوتا ہے ایسی حالت میں نہ تو والدین کسی کے ساتھ زیادتی کر رہے ہوتے ہیں اور نہ کوئی شخص اس بچے کو غیر ضروری سامان ہونے کا احساس دلا رہا ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ بچہ اپنے حسد کی بناء پر بلا وجہ ہی احساس کمتری کا شکار بن جاتا ہے، جو کہ ایک نفسیاتی مسئلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے ایسی صورت میں جتنی جلدی ہو سکے اس بچے کا علاج مثبت یا پھر نفسیاتی ماہر سے کروایا جائے جو کہ اس کا واحد حل ہے۔

یوم عاشورہ کی فضیلت و اہمیت

تقویم اسلامی کے سب سے پہلے مہینے محرم الحرام کا دسواں دن اور بعض روایات میں نواں دن یوم عاشورہ کہلاتا ہے۔ یوم عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ کے سلسلے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس دن بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے۔ اسی دن بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی گئی۔ اسی دن فرعون کو غرق کیا گیا۔ مسند احمد کی روایت کے مطابق اسی یوم عاشورہ کو نور علیہ السلام کی کشتی جو دی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی اور اسی روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بھی پیش آیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ یہودی یوم عاشورہ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور اس دن عید مناتے تھے۔ خیبر کے یہودیوں کی عورتیں اس دن عمدہ لباس اور زیور پہنتی تھیں۔

یوم عاشورہ زمانہ جاہلیت میں قریش مکہ کے نزدیک بھی بڑا محترم دن تھا۔ اسی دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے۔ قیاس یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی کچھ روایات اس دن کے بارے میں ان تک

پہلی صورت میں یوم کی اضافت گزشتہ رات کی طرف ہوگی۔ اور دوسری صورت میں یوم کی اضافت آئندہ رات کی طرف ہوگی۔

غالباً اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے وقت فرمایا کہ یہود چونکہ دسویں محرم کو عید مناتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اسلئے تم نویں یا گیارہویں محرم کو روزہ رکھو اور فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نویں محرم کو روزہ رکھوں گا۔

اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ والی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ الحکم بن الاعرج کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا جبکہ وہ زمزم کے پاس اپنی چادر کا تکیہ بنائے لیٹے ہوئے تھے اور میں نے پوچھا کہ مجھے یوم عاشورہ کے بارے میں بتائیے کیونکہ میں اس کا روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔ ابن عباسؓ کہنے لگے کہ جب محرم الحرام کا چاند نظر آئے تو دن گننا شروع کر دو اور پھر نو تاریخ کی صبح کو روزہ رکھو۔ تو میں نے پوچھا کیا حضرت محمدؐ بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے؟ ابن عباسؓ نے کہا ”ہاں“

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی بنیاد آنحضرتؐ کا یہی ارشاد ہے کہ میں آئندہ سال زندہ رہا تو یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نویں محرم کو عاشورہ کا روزہ رکھوں گا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے

ایک موقع پر کہا کہ تم لوگ یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے نویں اور دسویں محرم کو دونوں دن روزہ رکھو۔

یوم عاشورہ کی فضیلت اور اس کے روزے کی اہمیت کے بارے میں متعدد روایات آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ سے منقول ہیں چند روایات کتب احادیث سے پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ افضل روزہ ماہ محرم کا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھو کیونکہ اس دن کاروزہ انبیاء کرام رکھا کرتے تھے۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا اگر ماہ رمضان کے علاوہ روزہ رکھنا چاہو تو پھر محرم کا روزہ رکھا کرو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں ایک دن ایسا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے پچھلے لوگوں کی توبہ قبول فرمائی اور اسی دن آئندہ بھی لوگوں کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ یوم عاشورہ کے موقع پر لوگوں کو سچی توبہ کی تجدید پر ابھارا کرو اور توبہ کی قبولیت کی امید دلاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دن پہلے لوگوں کی توبہ قبول کر چکے ہیں اسی طرح آنے والوں کی بھی توبہ قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی)

(بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۲)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ کسی فضیلت

والے دن کے روزے کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے ہوں اور بہت زیادہ فکر کرتے ہوں سوائے اس دن یوم عاشورہ کے اور سوائے اس ماہ مبارک رمضان کے۔ (بخاری مسلم) بعض احادیث میں ہے کہ آپؐ نے یوم عاشورہ کے روزے کا ایسا تاکید حکم دیا جیسا حکم فرائض اور واجبات کے لئے دیا جاتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ عاشورہ کے موقع پر آپؐ نے انصار مدینہ کی بستیوں میں یہ اعلان کرادیا کہ لوگوں میں جس نے روزہ رکھا ہے۔ اسے پورا کرے اور جس نے نہیں رکھا وہ اسی حال میں دن گزارے اور کچھ نہ کھائیں بیکس بلکہ روزہ داروں کی طرح رہیں۔ اسکے بعد انصار مدینہ کا یہ معمول تھا کہ وہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ ان کے بچے بھی روزہ رکھتے تھے۔ بچوں کو مسجد میں لے جاتے انہیں کھلونے دیتے لیکن جب کوئی بچہ بھوک سے روتا تو اسے کھانا بھی کھلا دیا جاتا تھا۔ ان احادیث کی بنا پر بہت ائمہ نے یہ سمجھا ہے کہ شروع میں عاشورہ کا روزہ واجب تھا۔ بعد میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور اس کی حیثیت ایک نفل روزے کی رہ گئی۔ جس کے بارے میں رسولؐ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کی برکت سے پہلے ایک سال کے گناہوں کی صفائی ہو جائے گی۔

اور صوم عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہو جانے کے بعد بھی رسولؐ کا معمول یہی رہا کہ آپؐ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ سب سے زیادہ اہتمام نفل روزوں میں اسی کا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ میں روزے رکھنے کو اپنا اصول و معمول بنالیا اور مسلمانوں کو بھی اسکا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس دن تو یہود و نصاریٰ بڑے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (اور یہ گویا ان کا قومی، ملی اور مذہبی شعار ہے) تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کو روزہ رکھیں گے۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں لیکن اگلے سال کا محرم آنے سے پہلے ہی رسولؐ کی وفات ہوگئی۔

مولانا منظور صاحب نعمانی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔ ”نویں کو روزہ رکھنے کا آپؐ نے جو فیصلہ فرمایا اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اور علماء نے دونوں بیان کئے ہیں: ایک یہ کہ آئندہ سے ہم بجائے دسویں کے یہ روزہ نویں محرم ہی کو رکھیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ آئندہ سے ہم دسویں محرم کے ساتھ نویں کا بھی روزہ رکھا کریں گے اور اس طرح سے ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے طرز عمل میں فرق ہو جائے گا۔ اکثر علماء نے

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی

کرو ہم صفیرو مدینہ کی باتیں
نبی کی محبت میں جینے کی باتیں

مرے رب دکھا دے مدینہ کی بستی

مدینہ کے دن اور مدینہ کی راتیں

دے توفیق مجھ کو تری حمد گاؤں

پڑھوں شوق سے پھر نبی کی میں نعتیں

نبی کا تعارف ہر اک سے کراؤں

سناؤں انھیں معجزوں کی میں باتیں

نہ بھولوں میں دن میں نبی کا طریقہ

گزاروں نبی کی اطاعت میں راتیں

شفاعت سے ان کی میں جنت میں جاؤں

نہ آئیں کبھی پھر یہ ظلمت کی راتیں

نبی کی غلامی میں رب کی رضا ہے

نبی کے سوا میں نہیں ہیں نجاتیں

نبی کی اطاعت میں پاؤں گے جنت

وہاں پر نہیں پوچھی جائیں گی ذاتیں

میں عاصی ہوں لیکن غلامی ہے ان کی

سناؤں گا میں تم کو انہیں کی میں باتیں

درو و سلام ان پہ بھیجوں میں ہر دم

سناؤں ہر اک کو انہیں کی میں باتیں

اسی دوسرے مطلب کو ترجیح دی ہے اور یہ کہا ہے کہ یوم عاشورہ کے ساتھ اس سے پہلے نویں کا روزہ بھی رکھا جائے اور اگر نویں کو کسی وجہ سے نہ رکھا جاسکے تو اس کے بعد کے دن گیارہویں کو رکھ لیا جائے۔

آگے لکھتے ہیں ”یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ ہمارے زمانے میں چونکہ یہود و نصاریٰ وغیرہ یوم عاشورہ (دسویں محرم) کو روزہ نہیں رکھتے، بلکہ ان کا کوئی عمل بھی قمری مہینوں کے حساب سے نہیں ہوتا اس لئے اب کسی اشتراک اور تشابہ کا سوال ہی نہیں رہا لہذا فی زمانہ رفع تشابہ کے لئے نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہ ہونی چاہئے (واللہ اعلم)“ (معارف الحدیث ج ۳ ص ۱۷۱)

الغرض یوم عاشورہ کی اہمیت و فضیلت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے اور پورے دن کو ذکر خداوندی اور یاد الہی میں گزارا جائے۔ روزہ رکھنے سے یہ فائدہ ملے گا کہ اس دن زیادہ سے زیادہ نیکی اور ثواب کمانے کا موقع ملے گا۔ اور ساتھ ہی اس اہم دن کو سنجیدگی کے ساتھ گزارنے کا موقع میسر ہوگا۔ یوم عاشورہ کے تبرک موقع پر یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ اس عظیم دن کو لاپرواہی میں گزار دیا جائے یا اس دن غیر مناسب کام کئے جائیں اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اس دن کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بیوی زندگی کی دکاندار ساتھی

ناک منہ چڑھانے لگتے ہیں، خصوصاً اگر کسی کے دست کی بیماری ہو جائے تو کوئی قریب نہیں آتا، مگر بیوی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شوہر کو اس حال میں چھوڑ دے، وہ شوہر کو بیماری میں سب سے زیادہ راحت پہنچاتی ہے۔ اسی طرح افلاس و مصیبت میں بھی سب احباب الگ ہو جاتے ہیں لیکن بیوی ہر حال میں مرد کا ساتھ دیتی ہے۔

بیوی بڑی محسن اور قابل قدر ہے: عورت کا ایک حق تو اس واسطے ہے کہ وہ بے کس و بے بس ہے دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ آپ کی دوست ہے۔ بیوی اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک تھام ہوتی ہے۔ بیوی کیسی بھی ہو پھوڑ ہو یا بدتمیز، یہ ہر حال میں قابل تعظیم ہے، کیونکہ وہ بڑی محسن ہے وہ شوہر کی محبت میں ماں باپ اعزہ و اقارب اور پورے کنبے کو چھوڑ دیتی ہے، گھر کا سارا کام اور انتظام خود سنبھالتی ہے۔ خصوصاً بچوں کی بڑی محنت سے تربیت و پرورش کرتی ہے۔ عورتوں کی ان خدمات اور احسانات کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے حقوق کی پوری رعایت کی جائے اور انہیں ہر طرح سے عزت دی جائے، لیکن افسوس کہ بعض مرد ان پر بہت زیادتی کرتے ہیں ان کے ساتھ ہمیشہ غصے میں بات کرتے ہیں، باندی، غلام سے بھی بدتر دنیائے کوئی دوست ہو سکتا ہے۔ بیماری میں بعض دفعہ سارے عزیز و اقارب الگ ہو کر

چنانچہ حضرت سرہ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عورتیں بائیں پسلی سے پیدا ہوتی ہیں، اگر سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی، اس لئے محبت کا برتاؤ کرنا، تاکہ (مڑے کی) بسر ہو۔“ (بان حبان)

ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کی نوبت آجائے گی، جس سے زندگی ویران ہو جائے گی، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے:

”بیوی سے ناراض ہونے میں جلدی نہ کرو، اگر اس کی ایک عادت پسند نہ آئے گی تو دوسری عادت پسند آجائے گی۔“ (مسلم ۱/۳۷۵)

بیوی سب سے جگری دوست ہے: اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کا تعلق ہی ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان کو راحت نہیں دے سکتا اور نہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست ہو سکتا ہے۔ بیماری میں بعض دفعہ سارے عزیز و اقارب الگ ہو کر

جب میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں، تو یہ دنیا ہی ان کے لئے کسی جنت سے کم نہیں ہوتی، لیکن اگر خدا نخواستہ دونوں کے تعلقات ناہموار ہو جائیں، تو پھر دونوں کی زندگی جہنم اور اجیرن بن جاتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ خوشگوار تعلقات کا حسین تھمہ دونوں کے حسین امتزاج کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس سلسلے میں دونوں کو اپنا اہم رول ادا کرنا پڑتا ہے اگر دونوں میں سے کوئی ایک بھی مکر جائے، یا کسی اڑیل رویے پر اڑ جائے تو آپسی جوڑ میں دراڑ پیدا ہونے لگتی ہے، مگر چونکہ مرد کو عورت پر ہر اعتبار سے فوقیت حاصل ہے، اس لئے اسے ہر آن اپنی حاکمیت کا پاس رکھتے ہوئے عورت کا دھیان رکھنا چاہئے، اگر عورت کی طرف سے کسی ناروا رویے یا بد نظمی کا صدور ہو جائے تو اسے نظر انداز کر کے معاملے کو خوش اسلوبی سے حل کر لینا چاہئے، کہ عورتیں تمام خوبیوں کے باوصف فطرتاً کچھ ٹیڑھی ہوتی ہیں۔

بھی خبر نہیں رکھتے۔

بیوی راحت و سکون کا ذریعہ ہے: اکثر دیکھا گیا ہے کہ مرد عورت کو محض جنسی تسکین کا سامان سمجھتا ہے اور اس تشنگی کے بجتے ہی کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بیوی صرف خواہشات نفس کی تکمیل کا ذریعہ نہیں، بلکہ وہ انسانیت کی معمار، شریک حیات، غم خوار، زندگی کی وفادار ساتھی، پھول اور خوشبو ہے، عورت میں چاند کی چمک، سمندر کی گہرائی، موجوں کی روانی، ستاروں کی جھللاہٹ، سورج کی گرمی، شبنم کی ٹھنڈک، سیما کی بے قراری گلاب کی رنگت اور کلی کی شرافت ہوتی ہے۔ مرد کمانے کی غرض سے دوکان یا دفتر میں کام کر کے اکثر تھک جاتا ہے اور دماغ بھی کبھی انتشار اور الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو بیوی کو دیکھ کر ساری تھکان اور الجھنیں رفع ہو جاتی ہیں اور گھر میں راحت و سکون محسوس کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ راحت و سکون کی یہ نعمتیں اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہیں جب زوجین کے تعلقات اچھے ہوں اور دونوں ایک دوسرے سے خوش ہوں۔ اس سلسلے میں مرد کی طرح بیوی کو بھی اہم رول ادا کرنا پڑتا ہے، مثلاً اگر شوہر ناراض ہو جائے تو اپنے ناز و نخرے چھوڑ کر ہر ممکن طریقے سے انہیں خوش کرنے کی کوشش



کرے، حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے چنانچہ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خاوند کے خفا ہونے پر جو عورت خاوند سے کہتی ہے کہ جب تک تو راضی نہ ہو گا میں نہ سوؤں گی، یہ میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے تو ایسی عورت جنتی ہے۔ (طبرانی) بیوی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خاوند کی خدمت اور خواہش کی تکمیل کے لئے ہمیشہ تیار رہے، جب بھی کسی کام کے لئے بلائے تو انکار نہ کرے، کیونکہ شوہر کا بیوی پر اتنا حق ہے کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کریں۔

(مختصر الترغیب والترہیب ۶۸۷)

خلاصہ یہ کہ بیوی قدرت کا بیش بہا عطیہ اور زندگی کا ایک حسین تحفہ ہے اس کے ذریعے زندگی میں رونق اور تازگی آتی ہے اس کی خوشبو سے مرد کی زندگی میں بہار آتی ہے۔ اگر دونوں کے تعلقات اچھے ہوں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق و خواہشات کا خیال رکھیں۔ تو دنیا دونوں کے لئے جنت ہے۔

بقیہ..... سوال و جواب

ج: بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم یا اس سے سامان خرید کر انہیں دیدیا جائے، اگر خود رکھیں گے تو سامان اگر ہلاک ہو گیا تو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

(دیکھئے: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۳۶)

س: ایک صاحب پچاس ہزار روپے گورنمنٹ سے بھینس خریدنے کے لئے قرض لینا چاہتے ہیں، ان کو سود دینا پڑے گا قرآن و حدیث کا کیا حکم ہے؟

ج: سود کی حرمت قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے، ارشاد ہے: **واحل اللہ البيع و حرم الربوا** اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے، لہذا سود ہر طرح کا حرام ہے، البتہ حکومت کی بعض اسکیمیں اس طرح کی ہیں کہ چھوٹ دیکر دس ہزار کی چیز سات ہزار کی دلائی جاتی ہے، پھر قسط رکھ کر سود کے نام پر زائد رقم لی جاتی ہے تو اگر یہ زائد رقم دس ہزار کے اندر رہے تو اس اسکیم سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے۔

س: ہمارے گاؤں میں ایک آدمی نے اپنی نس بندی کرائی ہے، اس کے باوجود وہ نماز پڑھاتا ہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج: مذکورہ شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ دوسرے صالح اور دیندار شخص کو امام بنا لیا جائے۔

(دیکھئے: رحمیہ ۳۵۱/۲)

سوال و جواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: اگر کوئی شخص کسی وجہ سے فجر کی نماز نہ پڑھے، بعد میں قضاء پڑھے یا قضاء بھی نہ پڑھے تو ایسا شخص ظہر یا جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئلہ میں اگر یہ شخص جمعہ یا ظہر سے پہلے قضاء کرے تو نماز پڑھا سکتا ہے، اور اگر قضاء نہیں پڑھی تو اگر وہ صاحب ترتیب ہے یعنی چھ نمازیں ایسی نہ چھوٹی ہوں جن کی قضاء باقی ہوں تو نماز نہیں پڑھا سکتا، اور صاحب ترتیب نہ ہو تو پڑھا سکتا ہے، لیکن واضح رہے کہ جان بوجھ کر نماز قضاء کرنا موجب فسق و معصیت ہے جس سے امامت مکروہ ہو جاتی ہے (حدایہ ۱۲۱/۱، ۲۲۳)

س: ۹۳ گرام سونے پر کتنی زکوٰۃ ہوتی ہے؟

ج: چورانوے گرام سونے کی زکوٰۃ ۲،۳۵ گرام ہے اگر زکوٰۃ روپے سے نکالنا ہو تو نکالتے وقت اس مقدار کی جو قیمت ہو معلوم کر کے اسی مقدار میں زکوٰۃ نکالیں۔

س: ایک خاندان ہے، باپ عرصہ ہوا انتقال کر گیا، بیوہ اور دو بیٹیاں ہیں، یہ خاندان بہت غریب اور زکوٰۃ کا مستحق ہے، لڑکیوں کی شادی ہونا ہے لیکن ابھی رشتہ نہیں ملا ہے، کیا میں جو رقم زکوٰۃ کی نکالوں گا اسی میں سے شادی کا کوئی سامان خرید کر دینے کیلئے اپنے پاس بیٹھکی رکھ سکتا ہوں یا خرید کر فوراً دیدوں چاہے ابھی رشتہ طے بھی نہ ہوا ہو؟

ج: صورت مسئلہ میں پوتے پر حج بدل کرنا یا کرنا لازم تو نہیں ہے، البتہ اگر وہ دادا کی طرف سے حج کرے یا کراوے تو امید ہے کہ انشاء اللہ حج ادا ہو جائیگا۔

(بقیہ..... ۲۶..... پر)

اور شوہر کے یہاں رواج تھا کہ لڑکے والے لڑکی کو خوشی میں سونا دیتے ہیں، تو کیا طلاق کے بعد وہ سونا جو خوشی سے دیا تھا واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: اگر سونا بطور عطیہ اور تحفہ کے دیا ہے تو عورت اس کی مالک ہوگی اور لڑکے والے اسے واپس نہیں لے سکتے، عاریت کے طور پر دیا ہے تو اس کا مالک شوہر ہے اور واپس لے سکتا ہے، اگر دیتے وقت وضاحت نہیں کی تو اپنے یہاں کے دستور اور رواج کا اعتبار ہوگا اور اسی کے مطابق عمل کیا جائیگا (دیکھئے: رحمیہ ۱۲۳/۲)

س: ایک شخص پر حج لازم تھا، لیکن وہ حج نہیں کر سکا اور اس کا انتقال ہو گیا، اب اگر اس کا پوتا اس کی طرف سے حج بدل کرے یا کرائے تو کیا اس شخص کا حج فرض ادا ہو جائے گا؟

ج: صورت مسئلہ میں پوتے پر حج بدل کرنا یا کرنا لازم تو نہیں ہے، البتہ اگر وہ دادا کی طرف سے حج کرے یا کراوے تو امید ہے کہ انشاء اللہ حج ادا ہو جائیگا۔

(شامی ۲۳۹/۲)

س: بکر عمر وزید ساجد نے ایک قطعہ زمین فی سبیل اللہ بلا قیمت مدرسہ کے لئے وقف کیا، مدرسہ کے ذمہ داروں نے ایک عرصہ تک بلڈنگ بنا کر چلایا، پھر اب ایک مدرسہ ثانی بستی سے ایک کلومیٹر دور بنایا جا رہا ہے، اور ذمہ دار چاہتے ہیں کہ مدرسہ اول جو بستی میں ہے اس کی اینٹ لوہا کھڑکی کواڑ منہدم کر کے اٹھالیا جائے اور خالی شدہ زمین کو بیچ لیں، اور رقم اور ملبہ کا حاصل شدہ سامان مدرسہ ثانی میں لگا دیں کیا یہ از روئے شرح جائز ہے؟

ج: صورت مسئلہ میں وقف کرنے والوں نے اگر وقف نامہ میں فروخت کرنے کی اجازت دی ہو، یا مدرسہ کی مذکورہ عمارت ایسی حالت میں ہو کہ اس سے کوئی نفع حاصل نہ ہو سکے تو فروخت کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی، اگر کچھ بھی نفع حاصل ہو سکتا ہو تو اسے فروخت کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی (شامی) ۳ مطلب فی استبدال الوقف و شروط، رحمیہ ۷۳۶، کفایہ المفتی ۷/۳۰۷)

س: شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی،

کامیابی کی شاہ کلید مسلسل اور پائیدار کوشش

ثابت قدمی کے بغیر میسر نہیں آسکتی تو دین اور دینی امور و معاملات میں یقیناً اس کی اہمیت زیادہ ہوگی، کسی بھی عمل کے اللہ کے نزدیک مقبول ہونے، اس پر اللہ کی جانب سے دنیوی و اخروی اجر و ثواب کے لئے استقامت اور پائیداری از حد ضروری ہے، سورہ حم سجدہ آیت ۳۰ میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری ہے: "ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة الیٰ کنتم توعدون" بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور خوش ہو جنت کے ملنے پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔

شکر سے بے زاری اور توحید کے اختیار کرنے میں استقامت اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت اور دوسری سعادتوں کی خوشخبری دی گئی ہے، ایمان و توحید پر اگر قائم رہا جائے اور حالات جیسے بھی ہوں، ایمان کا سودا نہ کیا جائے، ہمیشہ اللہ کی قدرت و طاقت پر نظر رہے تو پھر اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی، قدرت کی جانب سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا، صحابہ کرام میں حضرت بلال کلمہ پڑھنے کے جرم میں گرم ریت پر لٹائے جاتے، پتھر کی بھاری چٹان ان کے سینہ پر رکھی جاتی، گلے

ہوگی، کامیابی ہاتھ نہیں آسکتی، مثلاً ایک آدمی کرانہ کی دوکان رکھتا ہے، شروع میں تجربہ اور مہارت نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ خاطر خواہ فائدہ نہ ہو، کچھ ہی دنوں میں اکتا کر اس نے کرانہ کی دوکان چھوڑ کر میڈیکل کھول لیا، وہاں بھی تجربہ کی ضرورت ہے، جس کے فقدان کے سبب آمدنی یہاں بھی شروع میں کم ہوئی، اس پر صبر نہیں کر سکا اور تیسرا کام شروع کر دیا، ظاہر ہے کہ اس طرح وہ ہزار کام بھی کرتا اور چھوڑتا رہے، فلاح و کامرانی قریب بھی نہیں آسکتی، جیسے پہلے وہ محتاج تھا، اخیر تک اس کا احتیاج باقی رہے گا، جب تک کسی ایک پیشہ سے ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ وابستہ نہیں رہے گا خوشحالی نصیب نہیں ہو سکتی، بالکل یہی کیفیت علوم و فنون کی ہے، کوئی بھی علم و فن نہ ہو، جب تک اس کے حاصل کرنے میں مکمل تندی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے ساتھ لگا نہیں رہے گا، اس میں نہ وہ ماہر ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے مالی منافع اور دنیوی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں چند روزہ ہیں، جب ان میں کامیابی و کامرانی اور فوز و صلاح استقامت، پختگی اور

کسی قول، فعل، رائے یا فیصلہ پر انتہائی پختگی اور سختی سے قائم رہنا اور کسی بھی صورت میں اس سے نہ ہٹنے کو استقامت کہا جاتا ہے، شریعت کی نظر میں استقامت کی بڑی اہمیت ہے، اللہ کی طرف سے نزول رحمت، خیر و برکت، کامیابی و کامرانی کو ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، گویا بہتر زندگی اور انسانی کمال کی یہ اساس اور بنیاد ہے بلکہ اسے بعض حیثیتوں سے انسانی کردار کا جوہر اصلی کہنا چاہئے، اگر کسی کام میں پابندی اور استقلال نہیں ہے تو سمجھ لیجئے کہ کامیابی اور منزل ابھی بہت دور ہے جس کے پانے کیلئے تسلسل کے ساتھ مزید محنت اور تگ و دو کی ضرورت ہے، خلاصہ یہ کہ استقلال کامیابی کا پہلا زینہ ہے، کسی بھی کام کے آغاز سے پہلے مزاج میں استقلال اور دوام کی صفت پیدا کرنا چاہئے، اس لئے کہ دل و دماغ کی آزادی کے ساتھ وقفہ وقفہ سے تھوڑا تھوڑا عمل مفید اور منج نہیں ہوتا، دنیوی امور میں آپ غور کیجئے تو یہاں بھی ہر شعبہ حیات میں یہی اصول نظر آئے گا، تجارت، زراعت، ملازمت یا اور کوئی پیشہ ہو، اس میں جب تک مستقل مزاجی نہیں

میں رسی باندھ کر زمین میں تھپیٹے جاتے، کفار مکہ کی ایذا رسانی اتنی سخت تھی کہ بسا اوقات بے ہوش ہو جاتے مگر جب بھی ہوش آتا زبان پر احد احد (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) کے الفاظ جاری رہتے، ایمان پر یہی ان کی وہ استقامت تھی کہ اسلام میں ان کو بڑا درجہ حاصل ہوا، حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابی یا سیدنا (اے ہمارے آقا) کہہ کر مخاطب کرتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے تشریف لائے تو جنت میں حضرت بلالؓ کی جوتیوں کی آواز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ کیا۔ (مشکوٰۃ: ۵۷۵)

مسجد نبویؐ میں زمانہ دراز تک اذان دینے کا شرف حاصل ہوا، مؤذن رسول کا لقب آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے، یہ تمام ایمان رکھنے والوں کے لئے غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے، یہ تمام سعادتیں حضرت بلالؓ کو سخت سے سخت حالات میں ایمان و توحید پر استقامت اور ثابت قدمی سے حاصل ہوئیں، اگر کفار مکہ کی ایذا رسانی پر تحمل سے کام نہ لیتے تو شاید یہ رتبہ اور مقام حاصل نہ ہوتا، حضرت خبابؓ بن ارت کو جلتے کوئلے پر چت لٹایا جاتا اور مختلف سزائیں دی جاتیں مگر جس کلمہ طیبہ کا ایک مرتبہ انہوں نے اقرار کر لیا زندگی بھر اسی پر قائم اور ثابت قدم رہے، ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مصیبتوں کا حال عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کے لئے مرٹنے والوں کے حالات کا تذکرہ فرماتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔ (صحیح بخاری باب علامات النبوة فی الاسلام)

کی طرف سے فساد و استقامت اللہ کی طرف بلائے اور ثابت قدم رہے۔ کا حکم دیا گیا، طائف اور مکہ کے حوصلہ شکن حالات میں مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کا فریضہ انجام دیتے رہے، استقامت اور استقلال میں کبھی تزلزل پیدا نہ ہوا، آخر ایک وہ وقت آیا کہ اسلام کا جھنڈا ہر طرف لہرایا جانے لگا آپ کا مشن نہ صرف کامیاب ہوا بلکہ قیامت تک کے لئے اس کی جڑیں مضبوط ہو گئیں ایمان و توحید اور فرائض و واجبات میں استقامت تو ضروری ہے ہی، نقل اعمال میں بھی اس کی بڑی اہمیت ہے، احادیث میں مختلف پیرایے سے اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جو نیک کام شروع کیا جائے اس کو اخیر تک نبانے کی کوشش کی جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ وہ عمل ہے جس پر مداومت اور پختگی کی جائے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے "احب الاعمال الی اللہ ادوامہا و ان قل" یعنی خدا کے نزدیک سب سے محبوب وہ عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: ۱۱۰) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نفل عبادت کی جس مقدار میں پختگی ہو سکے اور جتنے پر پابندی سے عمل ہو سکے اتنا ہی اختیار کرنا چاہئے، قرآن کی تلاوت دو ہی رکوع کرے مگر روزانہ بلا ناغہ کرے، یہ

بہتر طریقہ نہیں ہے کہ کسی دن دل میں آیا دس پارے پڑے اور پھر دس پندرہ روز تک تلاوت نام کی کوئی چیز نہیں ہے، اسی طرح ایک آدمی کسی خاص زمانہ میں اور مخصوص حالات میں تو اعلیٰ درجہ کی داد و دہش کا مظاہرہ کرتا ہے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر ضرورت مندوں، محتاجوں اور غریبوں کی خوب مالی امداد کرتا ہے لیکن جوں ہی وہ مخصوص صورت حال بدل جاتی ہے، اس کی وہ تمام داد و دہش یکسر ختم ہو جاتی ہے، ایسی سخاوت اسلام میں مطلوب ہے اور نہ ہی مفید، اس لئے آغاز سے قبل انجام پر نظر رکھنے اور غورو فکر کی ہدایت دی گئی ہے، نماز بلاشبہ بہترین عبادت ہے مگر اس میں بھی نفل کی وہی مقدار اختیار کی جائے جس کو اخیر تک نباہ سکے، وہ شخص جو وقتی جذبات کے تحت تجدد، اذائین، چاشت، اشراق اور دوسری نمازیں پڑھتا ہے اور پھر کچھ دنوں کے بعد تمام نفل نمازیں چھوڑ بیٹھتا ہے، تو اس سے بہتر وہ بند ہے جو دو ہی رکعت نماز نفل پڑھے مگر پابندی و استقلال کے ساتھ ادا کرے، اس لئے کہ مداومت کے ساتھ انجام دیا ہو عمل اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے کا باعث اور خیر و برکت کا ذریعہ ہوتا ہے، احکام اسلام کے رموز و اسرار کے سب سے بڑے عالم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حدیث مذکور کے ذیل میں لکھتے ہیں "مداومت والا عمل اللہ تعالیٰ کو دو وجہ سے زیادہ پسند ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ

مداومت رغبت کی علامت ہے، جس کام کی رغبت ہوتی ہے اس کو آدمی ہمیشہ کرتا ہے اور رغبت سے کی ہوئی عبادتیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں چاہے تھوڑے ہوں، اور رغبت سے اعتدال کے ساتھ ہی عبادتیں کی جاسکتی ہیں کیونکہ بے اعتدالی اور غلو کا لازمی نتیجہ سیری اور بے رغبتی ہے۔ دوسری وجہ: نفس عبادت کا اثر اس وقت قبول کرتا ہے اور عبادت کا فائدہ اس وقت جذب کرتا ہے جب اس کو عرصہ تک مسلسل کیا جائے اور دل پر مطمئن ہو جائے اور کوئی ایسا وقت ہاتھ آجائے جب دل فارغ ہو، ایسا فارغ جیسا خواب میں فارغ ہوتا ہے جب کہ ملا اعلیٰ کی طرف سے علوم کا فیضان ہوتا ہے اور اس کا کوئی اندازہ مقرر نہیں ہے کہ یہ باتیں کتنے عرصہ میں حاصل ہوں گی؟ پس ان کی تحصیل کا ایک ہی راستہ ہے کہ عمل مسلسل کیا جائے، انشاء اللہ کبھی نہ کبھی وہ دن ضرور آئے گا کہ مقصد بر آئے۔" (رحمۃ اللہ الواسعہ ۳/۲۳۵)

مثل مشہور ہے "قطرہ قطرہ دریا شود" قطرہ قطرہ سے مل کر دریا بنتا ہے، یعنی ایک چھوٹا سا عمل ہے، اسے اگر روزانہ کیا جائے تو ایک وقت اس کا بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگا، تسلسل کے ساتھ کیا ہوا یہ چھوٹا عمل اگرچہ بظاہر چھوٹا نظر آ رہا ہے لیکن اس کا اثر اس بڑے عمل سے بھی زیادہ ہے جسے کچھ دن کیا جائے اور چھوڑ دیا جائے، استقلال

انسانی اخلاق کا کمال ہے، انسان کے اخلاق کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جو اچھا کام کرے اس پر پوری طرح جم جائے اور اسے ہمیشہ کرتا رہے، اکثر لوگوں میں یہ کمزوری رہتی ہے کہ وہ ایک کام شروع کرتے ہیں، کچھ دن اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر اسے چھوڑ بیٹھتے ہیں، یہ ایک قسم کی اخلاقی کمزوری کی علامت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کاموں میں بڑی شدت کے ساتھ اس اصول کی پابندی فرماتے تھے کہ جو اچھا کام ایک بار شروع کر دیا وہ ہمیشہ کرتے رہے، ہمیشہ اور پابندی سے کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شروع میں اتنا ہی اپنائے جتنا باسانی کر سکتا ہو، نفس پر بوجھ نہ پڑے، آہستہ آہستہ جب وہ عادت بن جائے اور یقین ہو جائے کہ وہ اس پر مکمل قابو پا چکا ہے، اب اس میں تھوڑا اضافہ کرے پھر اس پر عمل کرتا رہے جیسے نفل نمازوں میں دو رکعت نماز پہلے کسی خاص وقت پڑھنے کی عادت ڈالے، تسلسل کے ساتھ پڑھتا رہے، جب دو رکعت نماز پر مکمل قدرت ہو جائے تو پھر مزید دو کا اضافہ کیا جائے اور پھر چار رکعتوں پر تسلسل اور دوام اختیار کرنا چاہئے، اس حکمت عملی سے انسانی طبیعت کام کا خوگر بن جاتی ہے اور سلسلہ ٹوٹنے کا امکان کم رہتا ہے لیکن اگر شروع سے ہی ذوق و شوق میں کثرت عمل کا پابند کر لیا جائے تو وہ عمل

دیر پائیں ہوتا، بہت جلد طبیعت اکٹا ہٹ محسوس کرنے لگتی ہے اور پھر سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، واضح رہے کہ یہ حکمت عملی صرف نفل اور استجابی عمل کے لئے ہے، فرائض اور واجبات میں تو ہر حال میں پابندی لازمی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اتنے اعمال اپناؤ جن پر ہمیشہ عمل کرنے کی طاقت ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تنگ نہیں ہوتے یہاں تک کہ تم تنگ ہو جاؤ۔ (مشکوٰۃ صفحہ: ۱۱۰) یعنی طاقت سے بڑھ کر کسی کام کا التزام ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا باعث بن جاتا ہے، اس لئے کہ وسعت سے زیادہ کام ملال اور فتور کا سبب ہوتا ہے، کچھ دنوں میں آدمی تھک جاتا ہے اور عمل چھوڑ بیٹھتا ہے تو اس کا ثواب ختم ہو جاتا ہے اور جو حسب طاقت عمل اپناتا ہے وہ مسلسل جاری رہتا ہے اور اگرچہ بظاہر تھوڑا ہو اس کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے اور انجام کار کے اعتبار سے وہ ثواب بہت ہو جاتا ہے، اس لئے شروع میں جتنا باسانی ہو سکے، سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کے بعد مقدار کا تعین کرنا چاہئے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ روزانہ تم دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو یعنی نماز پڑھتے ہو،

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو یہ خبر صحیح ملی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا مت کرو بلکہ کچھ دن روزے رکھو، کچھ دن افطار کرو، رات کا کچھ حصہ آرام کرو اور کچھ حصہ نماز پڑھو، اس کے بعد فرمایا: یقیناً تمہارے جسم کا تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہاری آنکھوں کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہارے آنے والے مہمانوں کا بھی تمہارے اوپر حق ہے، ہمیشہ دن کو روزہ رکھنے اور رات بھر قیام کرنے کی صورت میں ان سب کے حقوق تلف ہوں گے، پھر فرمایا: بلاشبہ تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا، اس لئے کہ ایک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو العاص کہتے ہیں کہ میں نے خود ہی سختی کو اختیار کیا چنانچہ مجھ پر سختی ہو گئی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو اپنے اندر اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی طاقت پاتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو پھر تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بوڑھے ہو جانے کے بعد اپنے فعل پر افسوس کا اظہار کرتے کہ کاش! مہینہ میں تین روزہ رکھنے کے مشورہ پر عمل کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل و عیال اور مال سے بھی زیادہ

محبوب ہوتا۔ (ریاض الصالحین مترجم) حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ناقابل برداشت عمل کو اختیار کرنے پر اصرار کیا اور نا عاقبت اندیشی میں ابتدا کی باتوں کو نہ مانا، اس لئے وہ پوری عمر پچھتاتے رہے کہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون و معتدل طرز عمل کو اختیار کر لیتا تو وہ میرے لئے زیادہ بہتر ہوتا۔ اعتدال اور استقامت میں گہرا ربط ہے، جب کوئی کام اعتدال و توازن سے کیا جاتا ہے تو اس میں تسلسل باقی رہتا ہے، وہ نفس کے لئے گراں نہیں بنتا، افراط و تفریط دین و دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہے، اس لئے شریعت نے درمیانہ روی کی تعلیم دی ہے تاکہ یکسانیت کے ساتھ کام کا سلسلہ جاری رہے، تھوڑے کام سے چستی اور نشاط بھی باقی رہتا ہے اور عبادت میں یہی مطلوب بھی ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو اونگھ آنے لگے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو چاہئے کہ وہ سو جائے یہاں تک کہ نیند پوری ہو جائے کیونکہ جب کوئی اونگھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو نہیں جانتا کہ شاید وہ مغفرت طلب کرے یا اپنے لئے بددعا کرنے لگے۔ (مشکوٰۃ صفحہ: ۱۱۱)

انسان پر جب نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زبان پر قدرت کھو بیٹھتا ہے، پھر زبان سے کیا نکل رہا ہے اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا، اس سے نہ صرف خشوع و خضوع متاثر ہوتا ہے

مطالعہ قرآن سے مجھے سکون ملنے لگا کیتھی (Kathy)

میں نے میری لینڈ کے محکمہ تعلیم کو خیرباد کہہ کر اسلامک اسکول سینٹل میں بطور پرنسپل کام کرنا شروع کیا، سینٹل، امریکہ کے مغربی ساحل پر واشنگٹن ریاست، میں واقع ہے۔ وہاں کیتھی نام کی ایک خاتون پرنسپل کی سکریٹری کے عہدہ پر فائز تھی اور اس شہر کے اسلامی حلقہ میں خوب سرگرمی سے کام کر رہی تھی، کیتھی اسلام سے کیسے متعارف ہوئی اور پھر اس نے اسلام کیسے قبول کیا؟ یہ ایک عجیب و غریب کہانی ہے۔

اس نے اپنا پورا قصہ مجھ سے یوں بیان کیا۔

میں ابھی پرائمری اسکول کی طالبہ ہی تھی کہ ایک دن والدہ کے ہمراہ اپنے شہر کے پبلک لائبریری میں گئی۔ اس ملک کی لائبریریوں کا یہ طریقہ کار ہے کہ جب بھی کسی قسم کی کتابیں، ضرورت سے زائد ہو جائیں تو انہیں روٹی کی ٹوکری میں نہیں پھینک دیتے بلکہ انہیں لائبریری ہی میں برائے فروخت رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح سے لوگ ان کتابوں کو نہایت سستے داموں خرید لیتے ہیں۔ اتفاق سے اس لائبریری میں ایسی ہی کتابوں کی سیل لگی تھی۔ میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو میرے پاس چند سکے تھے۔ میں نے ایک کتاب چند پیسوں میں خرید لی۔ چونکہ میں نے اس کی قیمت اپنے جیب خرچ سے ادا کی اس لئے میں نے اس کتاب کو بہت اہتمام

کے ساتھ اپنے کمرے میں رکھ دیا۔ زندگے اپنی روش پر چلتی گئی، میں عنقریب مڈل اور بعد میں ہائی اسکول میں پہنچ گئی۔ ہائی اسکول کے بعد مجھے کالج میں داخلہ مل گیا۔ میں نے سائنس کے بجائے آرٹس پڑھنا چاہا اور کالج کی تعلیم کے دوران میں نے ایسے کورس منتخب کیے جن میں مختلف مذاہب پر تفصیلی موازنہ کیا جاتا ہے۔ میرے پروفیسر صاحبان نے خاص کر دنیا کے بڑے بڑے مذاہب عیسائیت، یہودیت اور اسلام کے بارے میں بڑے تفصیلی لیکچر دیے۔ ان پروفیسر صاحبان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ تھا۔ میں نے یہ سب کورس آسانی سے پاس کر لئے، یہاں تک کہ میں کالج گریجویٹ بن گئی۔ اس کے بعد میں نے کام کی تلاش شروع کی۔ ملک کے اس حصہ میں ایک عورت ذات آرٹس گریجویٹ کو کام ملنا بہت دشوار ہے۔ کئی مہینوں کی تھکا دینے والی کوششوں کے بعد اہم ہار کر چپ چاپ گھر بیٹھ گئی۔ اس بیزاری کو دور کرنے کے لئے گھر کی مختلف اشیاء کو قدرے غور سے دیکھنے لگی۔ اتفاقاً میری نظر اس کتاب پر پڑی جو کہ میں نے پرائمری اسکول کے دوران خریدی تھی۔ یہ انسانی کمزوری ہے کہ جس چیز کی قیمت وہ خود ادا کرے اسے وہ

زیادہ مرغوب ہوتی ہے۔ میں نے اس کتاب کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ مٹی سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے مٹی کو صاف کیا اور پھر اس کتاب کو لے کر اپنے کمرے میں بیٹھ گئی۔ اسے پڑھنا چاہا، چند سطور پڑھی تو پتہ چلا کہ یہ نہ صرف ایک مذہبی کتاب ہے، بلکہ نہایت دلچسپ بھی ہے۔ میں دن بدن اس کے مطالعہ میں لگن رہتی، یہ کتاب میں بیان کردہ اسلام اس اسلام سے بالکل مختلف تھا جو مجھے یونیورسٹی میں پڑھایا گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا میرے پروفیسر جھوٹ بول رہے تھے اور اس کا غلط نقشہ پیش کر رہے تھے؟ اس کتاب کی تعلیم میرے دل میں گھر کرنے لگی اور اس کے مطالعہ سے مجھے سکون اور اطمینان ملنے لگا۔ دراصل یہ کوئی عام کتاب نہیں بلکہ قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ تھا۔ بالآخر میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اگر یہی صحیح اسلام ہے تو میں بھی مسلمان بنوں گی۔ تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ اسلام میں داخل ہونا نہایت آسان ہے۔ میں نے بھی کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئی، الحمد للہ۔ تھوڑے عرصہ بعد میں نے ایک افغانی نوجوان سے شادی کر لی، ہم دونوں نے اپنی خدمات اسی شہر کے ایک اسلامی حلقہ کو پیش کر دیں اور ہم دونوں یہاں مقامی مسلمان لیڈروں کے ساتھ مل کر نہایت گرجوشی کے ساتھ امت مسلمہ کی خدمت کرنے لگے۔ ہمیں اس طرح کی زندگی بہت محبوب ہے، ہم اسلامی طرز زندگی کو بدلنے کی کبھی بھی خواہش نہیں کرتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان معمولی کاوشوں کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

میں مشغول ہونے کے سبب فرائض اور واجبات میں کوتاہی درست نہیں ہے، اس لئے نفل عبادت اتنی ہی انجام دینی چاہئے کہ فرائض متاثر نہ ہوں۔ سلیمان نامی ایک صحابی روزانہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، ایک دن وہ نماز میں نہیں آئے، اتفاق سے سویرے حضرت عمر فاروق کا ان کے مکان سے گزر ہوا، انہوں نے ان کی والدہ سے نماز میں نہ آنے کی وجہ دریافت کی، ان کی والدہ نے بتلایا کہ وہ ساری رات نماز پڑھتے رہے تھے، آخر شب آنکھ لگ گئی اور سو گئے، حضرت عمر نے فرمایا: میں تو صبح کی نماز باجماعت پڑھنے کو اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ نفل عبادت میں مشغول ہونے کے سبب فرائض اور واجبات میں کوتاہی درست نہیں ہے، اس لئے نفل عبادت اتنی ہی انجام دینی چاہئے کہ فرائض متاثر نہ ہوں۔ سلیمان نامی ایک صحابی روزانہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، ایک دن وہ نماز میں نہیں آئے، اتفاق سے سویرے حضرت عمر فاروق کا ان کے مکان سے گزر ہوا، انہوں نے ان کی والدہ سے نماز میں نہ آنے کی وجہ دریافت کی، ان کی والدہ نے بتلایا کہ وہ ساری رات نماز پڑھتے رہے تھے، آخر شب آنکھ لگ گئی اور سو گئے، حضرت عمر نے فرمایا: میں تو صبح کی نماز باجماعت پڑھنے کو اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ نفل عبادت

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۳۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے) اور سالانہ خریداری (۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے پیش بہامضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعے ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

پھل اور سبزیوں کی صحت بخش غذا

پھلوں کے رس باقاعدگی سے استعمال کرنے سے کینسر کے امکانات آدھے رہ جاتے ہیں پھل اور سبزیوں کی قدرت کا انمول عطیہ ہے یہ قدرتی طور پر صحت بخش اور غذائیت کی حامل ہوتی ہیں، انہیں ٹھوس غذا کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور ان کا رس نکال کر بھی پیا جاتا ہے۔ مختلف تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ٹھوس غذا کی بجائے اگر جوس کی صورت میں پھل اور سبزیوں کی جاسے تو زیادہ توانائی حاصل ہوتی ہے۔ پھل اور سبزیوں کے رس حیرت انگیز خاصیت رکھتے ہیں۔

یہ ٹھوس پھل کے مقابلے میں زیادہ زود ہضم ہونے کی وجہ سے بیماری کی حالت میں جسم کو توانائی فراہم کرتے ہیں۔ جب ہم ٹھوس حالت میں پھل یا سبزیوں استعمال کرتے ہیں تو چبانے کے عمل میں ہمارے جسمانی اعضاء کو خاصی محنت کرنا پڑتی ہے۔ جس سے معدہ پر بوجھ پڑتا ہے جب کہ جوس یا عرقیات فوراً ہضم ہو کر خون میں جذب ہو جاتے ہیں اور اس طرح خون بننے کے عمل میں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔

پھلوں کے رس غذائیت سے بھرپور اور بے ضرر ہوتے ہیں۔ سائنسی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ تازہ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ پھلوں کے وزن کا ۹۰ فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہوتا ہے لہذا رس کی صورت میں پھل کے تمام غذائی اجزاء پانی میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اسی لیے پھلوں کا رس غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے۔

ویسے بھی اگر آپ پورے دن میں ایک گاجر کھا کر وٹامن اے حاصل کرتے ہیں تو ایک آٹھ اونس کے گلاس میں چار گاجر، ایک چقندر اور پالک کے غذائی اجزاء جو وٹامن اے کے ساتھ فولاد اور مائٹو ایسڈ پر مشتمل ہوں گے حاصل کر سکتے ہیں۔

اورنچ جوس وٹامن سی سے مالا مال ہوتا ہے۔ یہ رس وزن گھٹا اور جلد کو خوبصورت بناتا ہے۔ اگر آپ وزن کم کرنا چاہتے ہیں تو اپنے غذائی چارٹ میں پھلوں اور سبزیوں کے رس کو شامل کر کے خاطر خواہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ تازہ پھل اور سبزیوں، چہرے پر تازگی لاتی ہیں۔

امریکہ کے ایک کینسر انسٹی ٹیوٹ نے جو کینسر کے خلاف ایک مہم چلا رہا ہے نے عوام میں کینسر کے متعلق شعور بیدار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک دن میں پانچ پھل اور سبزیوں استعمال کی جائیں اور چونکہ ایک ساتھ اتنے پھل اور سبزیوں کھانا دشوار ہوتا ہے اس لیے انہیں بذریعہ جوس آسانی سے استعمال کیا جاسکتا ہے اور جو ٹھوس غذا کے مقابلے میں زیادہ مفید بھی ہے۔ یہ رس بیٹا کروٹین اور حیاتین سے مالا مال ہوتا ہے اور جو لوگ پابندی سے باقاعدہ پھلوں کے رس روزانہ استعمال کرتے ہیں ان میں کینسر اور دل کی بیماریوں کے امکانات آدھے رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ مختلف حیاتین اور فولک ایسڈ کینسر کی نشوونما میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ خصوصاً پھیپھڑے، معدے، غذائی نالی اور چھاتی کے کینسر سے تحفظ کے لئے پھلوں کے رس کا استعمال نہایت مفید ہے۔ کیونکہ پھلوں اور سبزیوں میں حیاتین اور فولک ایسڈ کی کافی مقدار پائی جاتی ہے۔ بیٹا کروٹین جو وٹامن اے بناتا ہے اور وہ دل کے امراض کی روک تھام کرتا ہے۔

تحقیقات سے ثابت ہے کہ وہ لوگ جن کی غذا زیادہ تر تازہ پھلوں اور سبزیوں پر مشتمل ہوتی ہے ان میں کینسر ہونے کے امکانات بھی کم ہوتے ہیں۔

تحقیق سے ثابت ہے کہ گوبھی میں

ایک ایسا کیمیکل پایا جاتا ہے جو کینسر کے خلاف عمل کرتا ہے۔ لہذا گوبھی کے رس کا مستقل استعمال کینسر سے محفوظ رہنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

البتہ ٹھوس پھلوں کے مقابلے میں زہریلے مادوں کا اخراج تیز ہوتا ہے اس لیے تازہ پھلوں کے رس کو تازہ پینا زیادہ صحت بخش ہوتا ہے۔ اگر رس نکال کر کمرے کے درجہ حرارت پر چھوڑ دیا جائے تو اس میں بیکٹیریا پیدا ہو جاتے ہیں جس کی بدولت اس کا استعمال مضر ہو جاتا ہے۔

دوسرے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ غذا میں پھلوں کے اس کے استعمال سے ہی ہم بیماریوں کی روک تھام نہیں کر سکتے بلکہ کینسر اور دل کے عوارض سے دور رہنے کے لیے باقاعدہ ورزش بھی ضروری ہے سگریٹ نوشی سے اجتناب، متناسب وزن اور چکنائی سے پاک غذاؤں کا استعمال بھی ضروری ہے۔ پھلوں کے رس بیماری سے روک تھام ہی نہیں کرتے بلکہ مختلف بیماریوں کی حالت میں پیدا شدہ کمزوری کو دور کرنے کے بھی کام آتے ہیں۔ اسی لئے مختلف بیماریوں میں بیمار حضرات کو پھلوں اور سبزیوں کے رس پینے کا مشورہ دیا جاتا ہے تاکہ بیماری سے ٹوٹنے پھوٹنے والے خلیات از سر نو تعمیر ہو سکیں۔ پھلوں کے رس بیماری کے خلاف قوت مدافعت بڑھاتے ہیں اور جسم میں توانائی پیدا کرتے ہیں اور جس سے جسم

طاقت پکڑتا ہے۔

پھلوں اور سبزیوں کا استعمال بڑھانے کے عمل کو مست کرتا ہے۔ پھلوں اور سبزیوں سے حیاتین کی تمام اقسام حاصل ہوتی ہیں۔ جو جسم کے خلیات کی تعمیر میں حصہ لیتی ہیں۔

پھلوں کے رس ذائقہ میں مزیدار ہوتے ہیں ان میں قدرتی طور پر شکر پائی جاتی ہے۔ یہ شکر بافتوں کو آپس میں جوڑے رکھنے کا کام انجام دیتی ہے۔

پھل اور سبزیوں کی صحت بخش غذائیں ہیں اور جو ہماری غذائی ضرورت کو ہی پورا نہیں کرتیں بلکہ ہمیں خطرناک امراض سے بھی محفوظ رکھتی ہیں۔ پھلوں اور سبزیوں کے رس پر تحقیقات جاری ہیں اور یہ امکان ہے کہ مستقبل میں مختلف امراض کی روک تھام اور علاج کے لیے پھلوں اور سبزیوں کے رس کو بطور دوا استعمال کیا جائے گا اور ہم کیمیائی ادویات کے منفی اثرات سے محفوظ رہ سکیں گے۔

موتیا بند کے علاج میں گاجر، گوبھی، ہری مرچ، لہسن، ادراک، چقندر، و نارنگی کا عرق مفید ہے۔ مطالعہ سے ثابت ہوا ہے کہ جن افراد کو گھٹیا کا مرض ہوتا ہے انہیں گاجر، سیب، ٹماٹر، انگور، بند گوبھی کے استعمال سے تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے۔ بیٹا کروٹین، وٹامن بی، سی، فولاد، مینیشیم، سلفر، زنک، اور اومیگا ۶ ان پھلوں اور

سبزیوں سے حاصل ہو کر معجزانہ اثر دکھاتے ہیں۔ سبزیوں اور پھلوں کے استعمال سے کولیسٹرول میں کمی آتی ہے۔ سیب، گاجر، ادراک، رس بھری، لہسن، لیموں، پالک وہ سبزیوں ہیں جن کا استعمال کولیسٹرول میں کمی کرتا ہے۔ فالج کے علاج کے لئے کھیرے کا جوس مفید ہے کیونکہ کھیرے کے جوس میں پوناشیم اور معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں۔ جو فالج میں فائدہ دیتے ہیں۔ تازہ پھل اور سبزیوں کی صحت کے لیے مفید ہیں ان میں اکثر جلد ہضم اور طاقت بخش ہوتے ہیں اور قبض کشا بھی ہوتے ہیں۔ غذا میں ان کا زیادہ سے زیادہ استعمال انٹریوں میں کسی قسم کی سڑاند پیدا ہونے سے روکتا ہے۔ پھل اور سبزیوں کی جلد جربدن ہو جاتے ہیں۔ پھل اور سبزیوں کے جوس کے جسم میں موجودگی کی وجہ سے کوئی کرم یا جراثیم زندہ نہیں رہ سکتا پھلوں اور سبزیوں کے جوس خون کی کمزوری کے لئے نہایت بہترین ہیں۔ پھر یہ سبزیوں استعمال کرتے وقت چند باتوں کو مد نظر رکھنا بہت ضروری ہے سبزی اور پھل ہمیشہ موسم رواں کا ہو۔ تازہ اور استعمال سے قبل اچھی طرح دھو کر استعمال کریں بہت زیادہ پکا ہوا یعنی پیلپلا یا سڑا گلا کچا پھل درخت پر پکنے سے قبل توڑ کر کھانا صحت کے لئے نہایت نقصان دہ ہے۔ عرصہ دراز سے دنیا کے طب میں پھلوں اور سبزیوں کو ایک علیحدہ فوقیت

حاصل ہے۔ دنیا میں بے شمار بیماریوں کی اصل وجہ ناقص یا ناقص غذا ہے یا وہ غذائی اجناس ہے جو ہم اپنی روزانہ کی خوراک میں شامل کرتے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے۔ ہم جو غذا استعمال کر رہے ہیں اس سے واقفیت ہمارا قدرتی حق اور ان کی افادیت سے دوسروں کو آگاہ کرنا حقوق انسانیت ہے۔ بہت سارے پھل اور سبزیاں ایسی ہیں۔ جن کا کچا کھانا ذرا مشکل ہوتا ہے اس لئے اکثر لوگ تازہ پھل اور سبزیاں کھانے سے گھبراتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ آپ کچی سبزیاں اور پھل دل پر جبر کر کے کھالیں۔ ان کا جوس نکال کر استعمال کر سکتے ہیں۔ تازہ پھلوں اور سبزیوں کا جوس نمکیات اور وٹامن حاصل کرنے کا بہت آسان طریقہ ہے۔ پھلوں اور سبزیوں کے جوس بے شمار خوبیوں کے حامل ہیں۔ یہ ہر عمر کے افراد کی غذا کا لازمی حصہ ہونا چاہئیں خاص طور پر بچوں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں، بیماروں اور بزرگ افراد کے لیے ان کا استعمال بہت ضروری ہے۔ کیونکہ عمر رسیدہ افراد میں سارے نظاموں کے ساتھ ساتھ نظام ہضم کی رفتار بھی سست ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان کو مرغن اور ثقیل غذائیں ہضم کرنے میں مشکل پیش آتی ہے یوں تو ہر عمر کے افراد کے لئے سبزیاں، پھل یا ان کے جوس کا استعمال لازمی ہے لیکن خاص طور پر بوڑھوں اور بچوں

کے لیے مختلف پھلوں اور سبزیوں کے جوس کا استعمال نہ صرف معدنی نمکیات اور وٹامن حاصل کرنے کا مفید ذریعہ ہے بلکہ بہت ساری بیماریوں سے تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔ پھلوں اور سبزیوں کا جوس استعمال سے قبل آپ کو اپنی روزانہ کی خوراک کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ کیونکہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ جو پھل یا سبزی خوراک کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اسی کا جوس بھی استعمال کر رہے ہیں۔ اس طرح کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں لہذا آپ اپنی صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے جوس کا انتخاب کریں۔

سلاڈ کے پتوں کا جوس

فولاد کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے اور فولاد جسم کے خون کا لازمی جز ہے۔ اس کی کمی انیمیا کی بیماری کو جنم دیتی ہے۔ سلاڈ کے پتوں کا جوس اعصابی نظام اعصاب، جسم کے پھلوں اور پھپھروں کو قوت بخشتا ہے۔ اس میں وٹامن بی اور بی اور وٹامن اے بہت زیادہ مقدار میں ہوتا ہے اس کے استعمال سے اعصابی تناؤ، معدے میں تیزابیت، بے خوابی کے مرض، سر درد کی شکایت، تپ دق اور موٹاپے سے نجات دلاتی ہے ان تمام بیماریوں سے نجات کی لیے ہفتے میں تین بار اس جوس کا استعمال ضروری ہے۔

ٹماٹر کا جوس

تازہ سرخ ٹماٹروں کے جوس خون

میں کسی بھی وجہ سے پیدا ہونے والی تیزابیت کا علاج پوشیدہ ہے۔ کیونکہ تازہ ٹماٹروں میں وٹامن سی، پوٹاشیم اور فولاد کے مرکبات بہت زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اس جوس کے استعمال سے اختلاج قلب، یرقان، بد ہضمی اور بیماریوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

پالک کا جوس

تمام تازہ سبزیوں کے جوس میں پالک کے جوس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس کا جوس بیماریوں کے خلاف جسم میں مدافعت پیدا کرتا ہے۔ خاص طور سے آنتوں کی بیماریوں سے اس کا جوس دواؤں سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ پالک کے جوس میں وٹامن اے کی تمام دن کی ضرورت یعنی (ایک ہزار یونٹ) پوری ہو جاتی ہے۔ یہ جوس موٹاپے کو کم کر کے جسم کو سالم اور اسماٹھ بنائے رکھتا ہے۔ کچے پالک کے جوس میں فائبر، آیوڈین، سوڈیم، کیلشیم اور فولاد کے مرکبات زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں چکنائی بالکل نہیں ہوتی ہے۔ خاص طور پر اعصابی خلیوں کو صحت مند رکھتا ہے۔ نوجوان لڑکیوں، طالب علموں اور بچے کو دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے اس جوس کا استعمال نہایت اہم ہے۔

گاجر کا جوس

یہ جوس وٹامن اے حاصل کرنے کا

بہترین اور سستا ذریعہ ہے۔ اس میں بارہ سے زائد معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں جن میں پانی 88.2g، پروٹین 1.2g، فیٹس 0.3g، ایٹش 1.0g کاربوہائڈریٹس 9.3g، ریشہ 1.1g، کیلشیم 39.0g، فاسفورس 37.0g، فولاد 0.8g، پوٹاشیم 410.0g، نمک 31mg، وٹامن بی۔ 0.06mg، کلورائیڈ 0.5g، وٹامن سی 4mg، کل حرارے 45۔ اس کے جوس کا استعمال آنکھوں کی بینائی کے لئے بہت مفید ہے کیونکہ اس میں وٹامن اے بہت زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ گاجر یا اس کے جوس کا استعمال آنکھ، منہ، جلد، ناک، اعصاب اور جسم کی لعابی جھلی کی حفاظت کرتا ہے۔ بچوں کی نشوونما اور بالیدگی کے لیے جو ضروری اجزاء چاہئے ہوتے ہیں وہ اس میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ جوس ناسور، پیٹھ کے پھوڑے جس کو پیپٹک السر کہتے ہیں اس جوس کا استعمال اس مرض میں محفوظ رکھتا ہے۔ خاص طور پر چھوٹے بچوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے وٹامن اے کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

پھلوں کا جوس آپ دن میں دو گلاس دو مرتبہ پی سکتی ہیں جوس ہمیشہ آہستہ آہستہ چسکی لے کر پینا درست ہے اس طرح لعاب دہن اس میں شامل ہو کر رس کو زیادہ مفید بنا دیتا ہے۔

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

خوبانی کا جوس

قدرت اور معدنی نمکیات اس میں بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ان میں پوٹاشیم، فاسفورس، کیلشیم، سوڈیم، کلورائیڈ اور فلوئوڈ زیادہ اہم ہیں۔ اس جوس کا استعمال خون کی خرابیوں سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

یہ جوس جسم میں خون کی کمی پورا کرتا ہے۔ یہ جوس قبض کشا ہے مثانہ کی پتھری، کیل مہاسوں، دمہ وغیرہ میں مفید ہے۔ اس میں وٹامن اے، بی، بی اور معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں۔

انگور کا جوس

جوس میں پائی جانے والی شکر تقریباً ستر فیصد گلوکوز کی صورت میں پائی جاتی ہیں۔ یہ جوس فوری توانائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ انگور کا جوس جاری بیماریوں، خون، اعصابی تنگن، بے خوابی اور ریاحی تکیفوں میں آرام دیتا ہے۔ اس کا استعمال جسم میں اضافہ چربی کی افزائش کو روکتا ہے۔

چکوترے کا جوس

اس جوس میں وٹامن سی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے ایک گلاس جوس سے وٹامن سی کی تمام دن کی ضرورت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کا استعمال نزلے، زکام

اور گلے کے بہت سارے امراض میں مفید ہے۔

پالک، چھندر، سلاڈ کے پتوں کا جوس، انگور اور سنگتروں کا جوس جسم میں کسی بھی وجہ سے اور کسی بھی قسم کی تیزابیت ہو مندرجہ بالا جوس کا متواتر استعمال فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

ٹماٹر یا آڑو کا جوس

کیل مہاسے اور تمام جلدی امراض کے لیے مفید ہے گاجر، پالک اور چکوترے کا جوس خون کی کمی دور کرنے کے لیے بہت عمدہ گاجر، پالک چھندر، شلجم سلاڈ، سیب، چکوترے یا رس بھری کا جوس، سانس، پھپھروں اور دمہ کی بیماریوں سے نجات دلاتا ہے۔

چھندر، گاجر، کھیرا یا انگوری کا جوس، بلند فشار خون کے مریضوں کے لیے مجرب ہے۔

انناس کا جوس

خون کی بلند دباؤ کے لیے چھندر اور سنگترے، چکوترے کا جوس انفلوینزا وغیرہ میں مفید ہے۔ گاجر، پالک اور سنگترے کا جوس بے خوابی کے مرض کے لیے بہترین ہے۔

سیب کا جوس

اس میں فولاد، شکر روٹی، فاسفورس، وٹامن بی، سی اور دیگر غذائی اجزاء مناسب

مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ وٹامن بی اور سی خاص طور پر بچوں اور بوڑھوں کو توانائی اور قوت فراہم کرتی ہے۔ وٹامن سی کی کافی مقدار سب کے پھلکے کی موٹی تہہ میں پائی جاتی ہے۔ فولاد کی وافر مقدار کی موجودگی کے سبب یہ دیر ہضم پھل ہے۔ سب کے جوس میں دوسرے پھلوں اور سبزیوں کے مقابلے میں فاسفورس کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کمزور جگر والوں کے لیے سب کا استعمال نہایت مفید ہے سبب کا مرہبہ امراض قلب کے مریضوں کے لیے نہایت مفید ہے۔ سب کے استعمال سے دماغ، اعصاب، ہڈیوں کو قوت و توانائی ملتی ہے۔ سب کا جوس و بانی امراض میں مؤثر اور فائدہ مند ہے۔ یہ غذا اور دوا دونوں کے کام آتا ہے۔ دن، چپش، سگریٹ (پرانے دست) اور ٹائٹانیئم کے مرض میں مفید ہے۔ سب میں پانی کی مقدار 84.1g پروٹین 0.3g، چکنائی 0.4g، شحمیات 0.3g، کلاروبوہائڈریٹس 149g، ریشہ فائبر 149g، کیلشیم 6mg، فاسفورس 10mg، فولاد 0.3g، پوٹاشیم 74mg، سوڈیم 0.2mg، وٹامن اے 90.1u، وٹامن بی 0.04mg، وٹامن بی 0.3mg، ٹکوٹائینک ایسڈ 0.2mg، وٹامن سی 5mg۔ اس کا استعمال جگر کو قوت فراہم کرتا ہے۔

بقیہ..... فتح مکہ کے موقع پر خطبہ نبوی
ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا، اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔ (جنگ بدر میں ہندہ کے لڑکے کافروں کے ساتھ شریک ہو کر لڑے تھے اور لڑکر مارے گئے تھے) رؤسائے عرب میں دس شخص تھے جو قریش کے سرتاج تھے، ان میں صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گئے، عمیر بن وہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ رئیس عرب مکہ سے جلا وطن ہو جاتا ہے، آپ نے علامت امان کے طور پر اپنا عمامہ عنایت کیا، عمیر جدہ پہنچ کر ان کو واپس لائے حنین کے معرکہ تک یہ اسلام نہیں لائے (بعد میں مسلمان ہو گئے) (طبری: ج ۲ ص ۱۶۳۵، واصبہ ذکر صفوان بن امیہ)

عبد اللہ بن زبیری عرب کا مشہور شاعر جو (پہلے)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھویں کہا کرتے تھے اور قرآن مجید پر نکتہ چینی کرتے تھے نجران بھاگ گیا لیکن پھر آ کر اسلام لائے۔ (ابن ہشام)

ابو جہل کا بیٹا عکرمہ یمن چلا گیا لیکن اس کی حرم (ام حکیم) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان لی اور جا کر یمن سے لائیں (طبری: ج ۲ ص ۱۶۳۶) یہ واقعہ ابو جہل سے کہنے کے قابل نہیں کہ اس کا جگر بند کفر کی گود سے نکل کر اسلام کی آغوش میں آ گیا اور اب ہم ان کو حضرت عکرمہ کہتے ہیں۔

بقیہ..... زکوٰۃ و صدقات کی فضیلت
کفارہ بنے اور مسکینوں (محتاجوں) کے کھانے کا بندوبست ہو جائے۔“ (ابوداؤد)

اس حدیث مبارکہ سے صدقہ فطر کے واجب ہونے کی دو مصلحتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ روزہ دار سے روزہ کی حالت میں کوشش کے باوجود جو کوتاہی یا کمزوری ظاہر ہوئی ہو صدقہ فطر کے ذریعہ تلافی کر لی جائے یعنی جو گناہ اور بے احتیاطی روزے کے دوران سرزد ہوئی ہو یہ انہیں دور کر کے روزے دار کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ اور یہ ضرورت امیر و غریب ہر شخص کو ہے اس لیے اگر غریب آدمی بھی اپنے اندر اتنی گنجائش پائے تو اپنے سے زیادہ غریب بھائی کو صدقہ فطر دیدے۔ دوسری مصلحت اس میں یہ ہے کہ جس دن سارے مسلمان عبد کی خوشی منانے جا رہے ہوں اس دن معاشرہ کے غریب لوگوں کے کھانے پینے کا انتظام بھی ہو جائے تاکہ وہ بھی اطمینان سے عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں۔ صدقہ فطر دل کی رغبت کے ساتھ پورے اہتمام کے ساتھ ادا کیجئے اور عید کی نماز سے پہلے ادا کیجئے۔ بلکہ اتنا پہلے ادا کیجئے کہ حاجت مند اور نادار لوگ سہولت عید کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں اور وہ بھی سب کے ساتھ عید گاہ جا سکیں اور عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔



حضرت داتا گنج بخش اور ان کے زریں اقوال

حضرت داتا گنج بخش کا نام شیخ علی ہجویری، کنیت ابوالحسن والد کا نام عثمان بن علی تھا، وطنی نسبت کے سلسلے میں خود تحریر فرماتے ہیں الجلابی، الغزنوی، ثم الہجویری، تاریخ ولادت کسی ماخذ و مرجع میں نہیں ملتی۔ قرآن سے ۴۰۰ھ تا ۱۰۱۰ھ کا اشارہ ملتا ہے۔ جو سلطان محمود غزنوی کا دور عروج تھا۔ حضرت داتا گنج بخش کا خاندان علم و تقویٰ، زہد و عبادت اور ریاضت و تقشف میں ممتاز تھا۔ ان کے ماموں تاج الاولیا کے لقب سے معروف و مشہور تھے، حضرت داتا سادہ مزاج تھے۔ سادہ اور معمولی لباس پہنتے تھے۔ اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بلکہ فقیروں کی گذری اور پیوند لگے کپڑی زیب تن کرتے، ایک زمانہ آیا بھی تھا، جب وہ عراق میں حوشمال اور سرف دنیا والوں کی طرح رہا کرتے تھے، لوگ ان سے دنیاوی چیزیں مانگتے اور آپ ان کی فراہمی کی کوشش کرتے، اس سلسلے میں بارہا مقروض بھی ہوئے، بالآخر کسی بزرگ کی تنبیہ سے آنکھ کھلی، اور دل کی دنیا بدل گئی،

ساتھ ہی دل کو فراغت میسر آئی، پوری عمر تجرد کی حالت میں گزاری، آپ میں زہد و ترک کامیاب پایا جاتا تھا۔ اور اکثر اوقات مجاہدات و ریاضیات شاقہ کیا کرتے تھے۔ داتا کا سلسلہ طریقت تھیں واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے۔ حضرت داتا کے شیوخ میں محمد بن الحسن الجبلی سب سے زیادہ مشہور ہیں، ان کے علاوہ بھی داتا صاحب نے بہت سے شیوخ اور اکابر وقت سے استفادہ کیا جن میں ابوالقاسم جرجانی القشیری، ابوالعباس الاشعقانی کا خاص طور پر نام آتا ہے۔ علوم ظاہری کے اساتذہ کا ذکر تو نہیں ملتا، لیکن تفسیر و حدیث کی طرح فقہ اور معقولات میں دسترس رکھتے تھے۔ شیخین سے کمال تعلق اور عقیدت کا نتیجہ تھا کہ وہ حضرت ابوبکر کو طریقین اور ولایات کا امام مانتے تھے، قدرت کی طرف سے موزوں طبیعت ملی تھی۔ سیکڑوں عربی اشعار ان کے ذوق لطیف کے گواہ ہیں، خود شعر کہے، اور اپنا دیوان مرتب کیا۔ بعد میں کسی نے دیوان کو

چراغ الیاء، اور اپنے نام سے شائع کر دیا۔ اس دیوان کے علاوہ نو کتابیں آپ نے تصنیف کیں۔ جن کے صرف نام باقی رہ گئے ہیں، دیوان منہاج الدین، اصل صفہ، منصور حلال رسالۃ الخرق، کتاب فنادیق، کتاب الایمان لائل العیان، بحر القلوب، السرعایۃ لحقوق اللہ، مشہور روایت کے مطابق آپ کا سال وفات ۳۶۵ھ تا ۱۰۷۳ء ہے۔ لیکن تاریخ وفات کے سلسلے میں مورخین کا اختلاف ہے، بعض اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ ان کا وصال ۵ھ کے آغاز میں ہوا۔ آپ نے پوری زندگی عزت و گناہی میں گزار دی، لیکن ان کے فضل و کمال کا اعتراف ہر عہد کے اہل علم و فضل نے کیا ہے۔ ان کی کتاب کشف المحجوب جو مبلغ ہے اور دلاویزی اور جاودانی کا عطیہ ہے، اور جو ان کی عظمت اور فیوض جاریہ کے قطعی شواہد ہیں۔ ذیل میں ہم ان کے کچھ ملفوظات کو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے اندر ایمان کی چنگاری پیدا ہو۔ اور اصلاح باطن کی توفیق ملے۔

حضرت داتا گنج بخش کے زریں اقوال (۱) علم سے بے پرواہی کرنا کفر ہے۔ (۲) خدا کے راستے پر چلنے والوں کا مقام توبہ ہے۔ (۳) محبت حال ہے، اور حال کسی بھی قابل نہیں ہوتا۔ یعنی اگر محبت زبردستی کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ